44

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

7 تا 13 دسمبر 2006ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

بالغ نظری؟
قرآن حکیم کا پیغام
"میری آخری منزل"
سرڈیوڈ رام دین کا خطاب
تزکیۂ طبیعت
تین دن کی بستی
تیسری صلیبی جنگ
تفہیم المسائل
دعوتی وتربیتی سرگرمیاں
عالم اسلام

ایمان محرِّک جنگ ہے

ایمان ایک مسلسل جنگ کا محرک ہے، جو ایک طرف اپنے نفس کے خلاف، دوسری طرف ناسازگار ماحول کے خلاف، تیسری طرف اس ایمان سے ٹکرانے والے نظریات و افکار کے خلاف عمر بھر جاری رکھنی ہوتی ہے۔ ایمان ہی کی قوت پر اس کا دارومدار ہے کہ یہ جنگ جاری رہے، پُرجوش طریق سے اقدام ہو، جو زخم اور نقصانات پیش آئیں، حوصلے سے برداشت کیے جائیں۔ لیکن پسپائی...... خواہ چیونٹی کی رفتار سے ہو...... کسی حال میں قبول نہ کی جائے۔ نیز اس جنگ کے لیے زیادہ سے زیادہ سپاہ اور زیادہ سے زیادہ وسائل اکٹھے کرنے کی مہم ساتھ ساتھ جاری رہے، یعنی ایمان کو انجیل کی اصطلاح میں ایسا خمیر ہونا چاہیے کہ جو جہاں جہاں تک اثر کرے خمیر بناتا چلا جائے۔

اگر آپ میں ایمان ہے تو آپ کو طے کرنا ہوگا کہ مجھے تمام عمر جھوٹ یا وعدہ خلافی سے پرہیز کرنا ہے، مجھے حسبِ مقدرت اللہ کی راہ میں انفاق کرنا ہے، مجھے اللہ کے بندوں سے محبت کرتے ہوئے اُن کی خدمت کرنی ہے، مجھے کبر، ریا اور نمائش اور شہرت کے چسکوں سے بچنا ہے۔ مجھے صاف صاف طریق سے حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دینا ہے، مجھے منظّم زندگی گزارنی ہے، مجھے معروف میں جماعت کا ساتھ دینا ہے، مجھے سمع وطاعت کا حق ادا کرنا ہے، مجھے خدا اور رسول ﷺ اور دینِ حق کے علاوہ ہر مسلمان کی، جماعت کی اور جماعت کے اکابر کی خیرخواہی کے تقاضے بھی پورے کرنے ہیں۔

تحریکی شعور
نعیم صدیقی

سورۃ المائدہ
(آیات:31-32)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿٣١﴾ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿٣٢﴾ ﴾

’’اب اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا' تا کہ اُسے دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیونکر چھپائے۔ کہنے لگا: اے ہے! مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوے کے برابر ہوتا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا۔ پھر وہ پشیمان ہوا۔ اس (قتل) کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اُس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا۔ اور جو اُس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔ اور ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر روشن دلیلیں لا چکے ہیں۔ پھر اس کے بعد بھی ان میں بہت سے لوگ ملک میں حدِ اعتدال سے نکل جاتے ہیں۔‘‘

جذبات حسد سے مغلوب ہو کر قابیل نے ہابیل کو قتل تو کر دیا مگر اب اُسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے؟ بھائی کی لاش کو کیسے dispose of کرے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کو بھیجا' جو دانے کی تلاش میں زمین کھودتا تھا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ قابیل کو دکھادے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے۔ کوے کو دیکھ کر قابیل کہنے لگا' ہائے میری شامت! میرے اندر اس کوے جیسی بھی عقل نہ تھی۔ میں تو اس پرندے جیسا بھی نہ ہوا کہ مجھے یہ بات سوجھ جاتی اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا۔ اس چیز سے اُس کے اندر بڑی شدت سے ندامت پیدا ہوئی۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قتل عمد کی حد درجہ شناعت کا تذکرہ فرمایا۔ اور ہم نے اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر یہ بات لکھ دی کہ قتل ناحق اتنی بری شے ہے کہ ایک انسان کا قتل کرنا (بغیر قصاص کے) ایسا ہی ہے جیسا کہ اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اُس نے تمدن کی جڑ کاٹ دی۔ احترام جان و مال ہی تو تمدن کی بنیاد ہے۔ قتل کی جائز صورت قصاص ہے' یعنی اُس شخص کا قتل جس نے کسی کو ناحق قتل کر کے حق زندگی سے محروم کیا ہو۔ اسی طرح اُس شخص کا قتل بھی جائز ہے جو زمین پر فساد پھیلائے کہ یہ اُس کے جرم کی سزا ہے۔ جس طرح قتل ناحق بہت بڑا جرم ہے' اسی طرح کسی کی جان بچانا بہت بڑی نیکی ہے۔ جس شخص نے کسی ایک انسان کی جان بچالی تو گویا اس نے پوری نوع انسانی کو بچالیا۔

اور اُن کے پاس ہمارے رسول واضح نشانیاں اور تعلیمات لے کر آئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں اسراف' فساد اور دست درازی کرتے پھر رہے ہیں۔

فرمانِ نبویؐ

عیدالاضحیٰ کی قربانی

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَاهٰذِهِ الْاَضَاحِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ :((سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)) قَالُوْا فَمَالَنَا فِيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ ((بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ)) قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ ((بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ)) (رواہ احمد وابن ماجۃ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کے بعض اصحابؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! ان قربانیوں کی کیا حقیقت اور کیا تاریخ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ’’یہ تمہارے (روحانی اور نسلی) مورث حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے (یعنی سب سے پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا اور وہ کیا کرتے تھے' ان کی اس سنت اور قربانی کے اس عمل کی پیروی کا حکم مجھ کو اور میری امت کو بھی دیا گیا ہے)‘‘ ان صحابہؓ نے عرض کیا۔ پھر ہمارے لئے یارسول اللہ (ﷺ) ان قربانیوں میں کیا اجر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ’’قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔‘‘ انہوں نے عرض کیا: تو کیا اون کا بھی یارسول اللہ (ﷺ) یہی حساب ہے؟ (اس سوال کا مطلب تھا کہ بھیڑ' دنبہ' مینڈھا' اونٹ جیسے جانور جن کی کھال پر گائے' بیل یا بکری کی طرح کے بال نہیں ہوتے بلکہ اون ہوتا ہے' اور یقیناً ان میں سے ایک ایک جانور کی کھال پر لاکھوں یا کروڑوں بال ہوتے ہیں' تو کیا ان اون والے جانوروں کی قربانی کا ثواب بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی کی شرح سے ملے گا؟) آپؐ نے فرمایا: ’’ہاں! اون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اسی شرح اور اسی حساب سے ملے گا کہ اس کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی۔‘‘

تاخلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — 7 تا 13 دسمبر 2006ء — شمارہ 44
15 تا 21 ذوالقعدہ 1427ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک......250 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا..............(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارے کا مضمون نگار کی آراء سے پوری طرح متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بالغ نظری؟

امریکہ میں کانگرس اور سینٹ کے حالیہ انتخابات میں بش کی ریپبلکن پارٹی کی شکست اور ڈیموکریٹس کی فتح کو بعض لوگ امریکی عوام کی بالغ نظری قرار دے رہے ہیں۔ اُن کے مطابق امریکی عوام نے بش کی جارحیت پسندی اور جنگجویانہ پالیسی کو مسترد کر دیا ہے۔ یہ تاثر اگر قائم ہوا ہے تو اِس کا مطلب ہے کہ ہمارا حافظہ اور ہماری یادداشت بہت کمزور ہے' یا ہم ذہنی طور پر اِس قدر مرعوب اور مغلوب ہو چکے ہیں کہ سامراجی قوتوں کے بدترین افعال میں سے بھی زبردستی کوئی اچھا پہلو نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آیئے! یاد کریں' چھ سال قبل نومبر 2000ء میں جب موجودہ صدر بش اور ڈیموکریٹ پارٹی کے امیدوار الگور کے درمیان امریکہ کا صدر منتخب ہونے کے لئے انتخابی معرکہ ہوا تھا تو انتخابی نتائج متنازعہ ہو گئے تھے اور کامیاب امیدوار کا اعلان ایک ماہ تک نہیں ہو سکا تھا۔ پھر عدالتی فیصلے کے ذریعے بش کو کامیاب قرار دیا گیا۔ بعض ذرائع کے مطابق الگور عدالتی کارروائی کو مزید طول دیتے تو فیصلہ کچھ بھی ہو سکتا تھا' لیکن اُن پر دباؤ ڈالا گیا اور وہ امریکہ کے قومی مفاد اور اُس کے عالمی وقار کو بچانے کی خاطر دستبردار ہو گئے۔ یعنی بش اگر صدارتی انتخاب جیتے بھی تھے تو انتہائی معمولی مارجن سے اُنہیں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

2001ء میں نائن الیون کے حادثے کو بہانہ بنا کر بش نے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور ڈیزی کٹر بموں سے بے شمار معصوم اور بے گناہ انسانوں کا خون بہایا۔ وسطی ایشیا کی ریاستوں کے معدنی وسائل کی لوٹ مار کے لئے وہاں آج تک ظلم وستم کا بازار گرم کئے ہوئے ہے۔ پھر اُس نے 2003ء میں عراق پر حملہ کر دیا اور اِس حملے کے لئے' کبھی تباہ کن اسلحہ کا عذر تراشا اور کبھی صدام کی آمریت کا ڈھنڈورا پیٹا۔ عراق میں بدترین خونریزی کے علاوہ ابوغریب جیل میں قیدیوں کے ساتھ انسانیت سوز حرکات کا مرتکب ہوا۔ اکیسویں صدی میں گوانتانا موبے جیسی جیل قائم کی اور جنیوا کنونشن کے متعین ضابطوں کو پاؤں تلے روندتے ہوئے قیدیوں کو ایسے پنجروں میں رکھا جو حیوانوں اور درندوں کے لئے بھی تکلیف دہ تھے۔ 2004ء میں پھر صدارتی انتخابات ہوتے ہیں۔ امریکی قوم اگر حقیقت میں بالغ نظر ہوتی تو صدر بش کے انسانیت پر ڈھائے جانے والے ظلم وستم اور اُس کے غیر انسانی' غیر اخلاقی اور غیر قانونی رویے کے خلاف اپنے ووٹ کی قوت استعمال کرتی۔ یاد رہے کہ بش نے اِن جنگوں کو بنیاد بنا کر داخلی طور پر بھی ایسے قوانین بنائے جن سے شہری آزادیوں پر زد پڑی۔ لیکن وہ بش جو 2000ء میں بمشکل کامیاب ہوا تھا' 2004ء کے صدارتی انتخابات میں اپنے حریف کو بہت بڑے مارجن سے شکست دینے میں کامیاب ہو گیا۔ بالفاظ دیگر امریکی قوم نے ایک دوسری قوم پر ظلم وستم کرنے میں اپنے صدر کی پشت پناہی کی اور اس کے غیر انسانی اور غیر اخلاقی رویے پر اپنی تائید کا مکمل اظہار کر دیا۔

2004ء کے بعد حالات پلٹنے شروع ہوئے۔ عراق میں مزاحمت کاروں نے خودکش حملوں کے ذریعے اور آزادی پسند افغانوں نے اپنے جذبہ حریت سے امریکیوں کو باور کرا دیا کہ جنگیں صرف جدید ٹیکنالوجی کی بنیاد پر نہیں جیتیں جا سکتیں۔ بے جان گورے جسم جب سرخ خون میں نہا کر اور لکڑی کے بکسوں میں بند ہو کر قطار اندر قطار کینیڈی ایئرپورٹ پر اترنے لگے تو امریکہ میں چیخ وپکار پڑ گئی۔ اِن بجی سجائی اور پھولوں سے لدی پھدی لاشوں نے امریکی سیاست کا رخ بدلا۔ چنانچہ 2006ء کے مڈٹرم انتخابات میں ووٹ ڈیموکریٹس کو' اور ذلت بش کو ملی۔ امریکہ نے افغانستان میں نونہالوں اور معصوم شیر خوار بچوں کو خون میں نہلایا' عراق میں شادی والے گھروں پر بمباری کر کے اُنہیں ماتم کدہ بنایا' مگر بش کو امریکی عوام کی بھرپور تائید حاصل رہی' لیکن چند ہزار اپنوں کے تابوت وصول ہوئے تو امریکیوں نے بش کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا۔ امریکیوں کی سوچ کا ایک رخ تو یہ ہے' اب اس کا (باقی صفحہ 7 پر)

پینتالیسویں غزل

(بالِ جبریل، حصّہ دوم)

رہا نہ حلقۂ صوفی میں سوزِ مشتاقی فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی!
خراب کوشکِ سلطان و خانقاہِ فقیر فغاں کہ تخت و مصلّٰی کمالِ زرّاقی!
کرے گی داورِ محشر کو شرمسار اک روز کتابِ صوفی و مُلّا کی سادہ اوراقی!
نہ چینی و عربی وہ، نہ رومی و شامی سما سکا نہ دو عالم میں مردِ آفاقی!
مئے شبانہ کی مستی تو ہو چکی لیکن کھٹک رہا ہے دلوں میں کرشمۂ ساقی!
چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی!
عزیز تر ہے متاعِ امیر و سلطاں سے وہ شعر جس میں ہو بجلی کا سوز و بَرّاقی!

1۔ موجودہ زمانے میں صوفیوں کے حلقے میں عشق وعمل کا رنگ تو کہیں نظر نہیں آتا۔ ہاں یہ لوگ اپنی اپنی خانقاہوں میں، گاؤتکیوں پر براجمان گزشتہ زمانے کے صُوفی بزرگوں کی کرامات کی داستانیں بیان کرتے رہتے ہیں اور اپنے مریدوں کی جیبیں صاف کرتے رہتے ہیں۔

2۔ بادشاہوں کے محلات اور درویشوں کی خانقاہیں، دونوں کی کیفیت موجودہ زمانے میں انتہائی خراب اور ناقص ہے۔ دونوں انتہائی مکاری اور عیاری کے اڈے بن گئے ہیں۔ افسوس صد افسوس، تختِ شاہی اور مسندِ درویشی دونوں جگہ عیاری کا بازار گرم ہے۔

3۔ یہ شعر ابتدائی دونوں شعروں کے تسلسل میں ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ صُوفی اور مُلّا جو دین و مذہب کے اجارہ دار بنے ہوئے ہیں، اُن کی کارگردگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اُن کے کورے اعمال جب داورِ محشر کے رُوبرو پیش ہوں گے تو اُسے خود دُکھ ہوگا کہ یہی لوگ تھے جو مذہب کے نام پر کیا کیا گل کھلاتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خدمتِ دین کے کیسے کیسے مواقع فراہم کیے، لیکن وہ اپنی بدنیتی اور بے عملی کے سبب کوئی اچھا کام نہ کر سکے۔

4۔ مومن کا زاویہ نگاہ اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی ملک یا خطۂ ارض سے وابستہ نہیں کرتا۔ بات یہ ہے کہ عشق انسان کو زمان و مکاں کی قیود و حدود سے بالاتر کر دیتا ہے، بلکہ اُس کے اندر آفاقی رنگ پیدا کر دیتا ہے۔ اسلام تو رنگ و نسل کی پابندی سے بلند ہو کر ایک آزاد اور عالمگیر مذہب کی حیثیت کا حامل ہے۔ دائرہ اسلام میں شامل ہونے والا ہر شخص، خواہ وہ چینی ہو یا عربی، رومی ہو یا شامی بہرحال مسلمان ہے اور اسلام سے وابستہ ہے۔

5۔ رات پی جانے والی شراب کا خمار تو اب ختم ہوگیا، لیکن ساقی کی عنایات کا کرشمہ ابھی تک ذہن میں محفوظ ہے۔ اس شعر میں اقبال نے ملّتِ اسلامیہ کے رُوحانی اور اخلاقی انحطاط کی تصویر کھینچی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے اپنی غیر معمولی روحانی قوت کی بدولت صدرِ اوّل کے مسلمانوں کو عشقِ الٰہی سے سرشار کر دیا تھا۔ افسوس کہ ملّتِ اسلامیہ دنیاوی لذات میں منہمک ہو کر اس نعمت سے محروم ہوگئی تاہم یہ ضرور ہے کہ آنحضرت ﷺ کے روحانی کمالات کا تذکرہ ابھی تک باقی ہے۔

6۔ اقبال کہتے ہیں کہ اے مسلمان! تُو دنیاوی عیش و عشرت کے جام پی رہا ہے، اس لیے میرا پیغام تجھے ضرور تلخ معلوم ہوگا، کیونکہ میرے پیغام کا مقصد یہ ہے کہ تُو اس دنیا کی عیش و عشرت سے کنارہ کش ہو جائے۔ اور میری یہ بات یقیناً تجھے ناگوار معلوم ہوگی، لیکن تُو میرا پیغام غور سے سُن اور دل میں جگہ دے۔ بظاہر میرا پیغام تجھے زہر معلوم ہوتا ہے، لیکن اس کے اندر زہر نہیں ہے، بلکہ تریاق پوشیدہ ہے۔ تیری یہ زندگی تیری خودی کے حق میں زہر ہے، اور میرا پیغام اس زہر کا تریاق ہے۔

7۔ یاد رکھ! میرے کلام میں بجلی کا سوز پوشیدہ ہے۔ اس پر عمل کرنے سے تیرے اندر زندگی کی حرکت پیدا ہو جائے گی یعنی تُو زندہ ہو جائے گا، اور یاد رکھ! اسلامی زندگی اتنی بڑی نعمت ہے کہ بادشاہت بھی اس کے سامنے ہیچ ہے۔

منبر و محراب

انسانیت کے نام قرآن حکیم کا پیغام

مسجد دارالسلام' باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 17 نومبر 2006ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حضرات! آپ کے سامنے سورۃ البقرہ کے تیسرے رکوع کی چند آیات تلاوت کی ہیں۔ یہ آیات ''انسانیت کے نام قرآن کے پیغام'' پر مشتمل ہیں۔ قرآن حکیم انسانیت کے لئے ہدایت اور رہنمائی ہے۔ اسے **ھُدًی لِلنَّاس** قرار دیا گیا ہے۔ یہ بندگانِ خدا کے نام اللہ کا وہ آخری پیغام ہے' جس کی پیروی حیات دنیوی میں امن و آشتی' سکون و اطمینان اور عدل و انصاف کی ضامن اور آخرت کی دائمی زندگی میں حقیقی کامیابی کا زینہ ہے۔ چونکہ خالق کائنات کا یہ پیغام محض عربوں یا مسلمانوں کے لیے نہیں پوری انسانیت کے لئے ہے' اِس لئے قرآن حکیم میں تمام انسانوں کو بندگی کی دعوت دی گئی ہے۔ انہیں کہا گیا ہے کہ اپنے خالق و مالک اور پالن ہار کو پہچانو۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نمونے جابجا پھیلے ہوئے ہیں۔ ذرا ان پر غور کرو' انہیں دیکھو گے تو کائنات کے خالق کی جانب تمہاری توجہ مبذول ہو گی۔ کیونکہ تمہاری فطرت میں رب تعالیٰ کی معرفت اور پہچان روز اوّل ہی سے رکھ دی گئی ہے۔ اُس وقت جبکہ تم عالم ارواح میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحوں سے اپنی بندگی کا عہد لیا تھا۔ اُن سے پوچھا ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ'' ''یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' سب نے یک زبان ہو کر کہا ''قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا'' کہا' کیوں نہیں' ہم گواہی دیتے ہیں (کہ تو ہی ہمارا رب ہے)۔

(الاعراف:172)

ہم روزانہ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہیں۔ بلاشبہ قرآن کی تلاوت بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے' مگر محض تلاوت کے ذریعے ہم اللہ کے پیغام کو اخذ نہیں کر سکتے۔ ضروری ہے کہ قرآن حکیم کا فہم حاصل کیا جائے اور اُس کے پیغام کو سمجھا جائے' تاکہ اِس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کی جا سکے۔ ہر انسان راہ راست پر گامزن رہنے کے لیے قرآنی ہدایت کا محتاج ہے۔ اِس لئے کہ ضمیر اور فطرت کے سبب کائنات کی ازلی سچائیوں کا شعور رکھنے کے باوجود اُس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ از خود اپنے لئے فکری و عملی رہنمائی کا تعین کر سکے۔ اُسے کیا معلوم کہ حقوق و فرائض میں توازن کیونکر قائم کیا جائے' جس سے معاشرے میں امن بھی قائم ہو اور کسی کا حق بھی غصب نہ ہونے پائے۔ آزادی بھی برقرار رہے اور وہ مادر پدر اور بے لگام آزادی بھی نہ بنے۔ معیشت کے میدان میں کون کون سی چیزیں استحصال کا ذریعہ ہیں۔ کون کون سے افعال ہیں جو انسان کی روح کو آلودہ کرنے کا باعث بنتے اور اُس کی روحانی ترقی میں رکاوٹ ہیں۔ پھر یہ کہ اللہ کو پوجنے کا جذبہ تو ہر انسان میں

> **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**
> جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو کچھ خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے

موجود ہے' مگر وہ اس بات سے بے خبر ہے کہ اللہ کی عبادت کیسے کی جائے' اُسے کیسے راضی رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابیٔ رسول ﷺ حضرت سعیدؓ بن زید جو عشرۂ مبشرہ میں شامل ہیں' کے والد بیت اللہ کے پردے پکڑ کر دعا کیا کرتے تھے کہ اے پروردگار! میں صرف تجھے پوجنا چاہتا ہوں مگر مجھے نہیں معلوم' کیسے پوجوں۔ اسی قسم کی سعید روحوں کے جذبات کی خوبصورت ترین ترجمانی سورۃ الفاتحہ میں ہے' جہاں انسان اللہ سے یہ دُعا کرتا ہے کہ

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۝﴾

یعنی ''(اے اللہ) ہم کو سیدھے راستے پر چلا''

انسان کی ذات سے متعلق اہم ترین سوالات ہر انسان کے ذہن میں جنم لیتے ہیں۔ مثلاً میری حقیقت کیا ہے۔ کائنات میں میرا مقام کیا ہے۔ میری زندگی کا مقصد کیا ہے۔ کائنات اور ہستی کی حقیقت کیا ہے۔ یہ سلسلہ کون و مکان از خود معرض وجود میں آ گیا' یا اُس کا کوئی خالق و مالک ہے۔ زندگی محض کھیل تماشا ہے یا دارالامتحان۔ اور اِس زندگی کے بعد بھی کوئی زندگی ہے' جہاں انسان کو اپنے اعمال کا حساب و کتاب دینا ہے یا مر کر فنا ہو جانا ہے۔ دنیا کی زندگی میں انسان کے لئے صحیح راہ عمل کیا ہے۔ حقوق و فرائض میں توازن کی صورتیں کیا ہیں' خاص طور پر مرد و عورت' مزدور و آجر کے حقوق و فرائض میں اعتدال کا راستہ کون سا ہے۔ آزادی اور پابندی میں کس طرح توازن قائم ہو سکتا ہے۔

یہ اور اس طرح کے دیگر بہت سے سوالات ایسے ہیں جن کا جواب فلسفہ نہیں دے سکتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ فلاسفہ اِن سوالوں کے جوابات میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتے رہے' مگر حقیقت کا سرا اُن کے ہاتھ نہ آیا۔ ایک فلسفی نے ایک بات کہی تو دوسرے نے اُس کے برعکس کہہ دی۔ تیسرے نے کوئی اور خیال پیش کر دیا۔ اور اِس طرح حقیقت آشکارا نہ ہوئی۔

یہی حال سائنس کا ہے۔ اُس کی اپنی Limitations ہیں' کیونکہ وہ زمان و مکان کی حدود میں مقید ہے۔ اُس سے باہر اُس کا کوئی عمل دخل نہیں۔ مابعد الطبیعیات کے بارے میں وہ کوئی رہنمائی فراہم نہیں کر سکتی' اس کا دائرہ حواس خمسہ تک ہے۔ انسان کا مادی جسم اور اس کے تقاضے تو سائنس کا موضوع ہے مگر روح کی حقیقت کیا ہے' اِس کا ادراک وہ نہیں کر سکتی' خواہ ترقی کی ہزاروں منازل اور طے کیوں نہ کر لے۔ اِسی لئے جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تو یہ ہدایت کر دی کہ

﴿فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝﴾

(البقرہ)

''جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنہوں نے

"میری ہدایت کی پیروی کی ان کو کچھ خوف نہ ہوگا
اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔"

یعنی میرے بندو! تمہاری علمی' فکری اور عملی رہنمائی کے لئے میں دنیا میں اپنے پیغمبر بھیجوں گا۔ پس جب بھی میرا کوئی پیغمبر میری طرف سے ہدایت لے کر آئے تو اُس کی پیروی کرنا۔ جو ایسا کرے گا وہی کامیاب ہوگا۔ اُسے کوئی خوف و خطر نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی رہنمائی کے لئے کتاب ہدایت کا آخری ایڈیشن قرآن حکیم ہے' جو قیامت تک کے لئے انسان کی تمام فکری و عملی رہنمائی کی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ اس میں ہر دور کے لئے فرد' معاشرہ اور ریاست سے متعلق جامع ہدایات ہیں۔ چونکہ یہ آسمانی ہدایت کی کامل ترین صورت ہے' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا بھی خود ذمہ لے لیا' تاکہ کوئی اس میں تحریف نہ کرنے پائے۔ اب یہی کتاب مقدس رہتی دنیا تک انسان کی نجات اور سربلندی کا ذریعہ ہے۔

نوع انسان را پیام آخریں
حامل او رحمۃ للعالمین

موجودہ دور بڑا فتنہ انگیز ہے۔ دجالی تہذیب کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کو آسمانی ہدایت سے غافل کر دو۔ اُسے سنہرے خواب دکھاؤ' تاکہ وہ دنیا ہی میں مگن ہو کر رہ جائے۔ وہ خدائی ہدایت سے اِس طرح منہ موڑ لے کہ اپنی ذات کی حقیقت بھی اُس پر آشکارا نہ ہو۔ اس لئے اقبال نے کہا تھا:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسے
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

کہا جا رہا ہے کہ آخرت اور وہاں کے محاسبے کے خیال سے دامن چھڑاؤ۔ خواہ مخواہ ان خیالات میں الجھ کر اپنے آپ کو دنیا کے لطف سے محروم نہ کرو۔ تمہاری ہستی تو بس یہی کچھ ہے کہ ع بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست کھاؤ پیو' شادی کرو اور بس۔ تمہیں فقط اِس بات کی فکر ہونی چاہیے کہ ایک مہنگے ترین علاقے میں عالیشان پر آسائش گھر ہو۔ تمہارے بچے اعلیٰ اداروں میں تعلیم حاصل کریں' یا انہیں بیرون ملک تعلیم دلوائی جائے۔ اُن کے لئے اثاثہ جات اکٹھے کئے جائیں۔ تاکہ معاشرے میں باعزت مقام ملے اور اعلیٰ طبقے میں شمار کئے جاؤ۔ نیک اعمال کا دھیان چھوڑو' اپنے کاروبار کی فکر کرو۔ یہ دیکھو کہ انڈسٹری نے کیا ترقی کی ہے۔ فیکٹریاں ایک سے دو اور دو سے چار ہوئی ہیں یا نہیں۔ آج بحیثیت مجموعی پوری انسانیت اِسی ڈگر پر چل رہی ہے۔ تفریحات میں الجھ کر زندگی کے اصل حقائق سے چشم پوشی کی جا رہی ہے۔

دوستو! دنیا کا چلن کچھ بھی ہو' حقیقت بہرحال تبدیل نہیں ہو سکتی' اور وہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا دار الامتحان ہے۔ یہاں کی زندگی عارضی ہے۔ اصل زندگی موت کے بعد آنے والی ہے۔ انسان یہاں اعمال کی صورت میں جو تخم ریزی کرے گا روزِ محشر اُسی کا پھل کھائے گا۔ یہ زندگی تو طویل سفرِ حیات کا ایک چھوٹا سا وقفہ ہے اور آزمائش کے طور پر عطا کی گئی ہے۔ قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾ (الملک:2)

"اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔"

اِس وقت دنیا میں تین طرح کے لوگ ہیں۔ اولاً وہ لوگ ہیں جو کائنات کی مادی تعبیر کے قائل ہیں۔ اُن کے نزدیک کائنات میں کوئی برتر ہستی نہیں جو کائنات کا نظام چلا رہی ہو بلکہ ایک سیکونس کے تحت سارے معاملات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جو کچھ پیش آتا ہے' یا ہم دیکھتے ہیں وہ سب اتفاقات کی کارفرمائی ہے۔ زندگی کا کوئی مقصد نہیں۔ موت کے بعد کی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں' کیونکہ مرنے کے بعد ہمیں ختم ہو جانا ہے۔ لہٰذا انسان کی بہتری اِسی میں ہے کہ اپنے لئے دنیا کو زیادہ سے زیادہ پر آسائش بنائے۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو اللہ کو تو مانتے ہیں مگر اُس کے ساتھ کسی نوع کا شرک کرتے ہیں اور راہِ ہدایت سے دور بھٹک چکے ہیں۔ پوری عیسائی دنیا اور یہودی اِن میں شامل ہیں۔ تیسرے ہم مسلمان ہیں' جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت' نبی اکرم ﷺ کی رسالت اور اُخروی محاسبے کے قائل ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہماری عظیم اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ عملی طور پر اسلام سے کوسوں دور ہے۔

قرآن حکیم کا پیغام پوری انسانیت کے لئے ہے۔ یہ پیغام خطاب کی صورت میں مختلف مقامات پر پھیلا ہوا ہے' تاہم قرآن کی ابتدا (یعنی تیسرے رکوع) ہی میں اس کا خلاصہ دے دیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ......﴾ (البقرۃ:21)

"لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا"

قرآن حکیم میں انسانیت کو سب سے پہلے جو دعوت دی گئی وہ دعوتِ بندگی ہے۔ اے لوگو! اپنے رب کی' جو تمہارا خالق و مالک بھی ہے' مشکل کشا اور حاجت روا بھی' عبادت

پریس ریلیز

یکم دسمبر 2006ء

روشن خیالی کا نظریہ انکارِ حدیث کے ذریعے قرآنی احکام کو مسخ کرنے کی کوشش ہے۔
تحفظ حقوق نسواں بل زنا کا کھلا لائسنس ہے

حافظ عاکف سعید

روشن خیالی کا نظریہ انکارِ حدیث کے ذریعے قرآنی احکام کو مسخ کرنے کی کوشش ہے۔ تحفظ حقوق نسواں کا حکومتی بل اسی کوشش کا ایک مظہر ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دار السلام باغ جناح' لاہور میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انہوں نے کہا کہ تمام مکاتب فکر کے علماء نے متفقہ طور پر اس بل کو غیر اسلامی قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن حدیث کی تشریح کے مجاز صرف علمائے حق ہیں' اسلامی تعلیمات سے نابلد صدر یا وزیر اعظم کو احکام الٰہیہ کی وضاحت کا کوئی حق نہیں۔ حکمران خود کو روشن خیال ثابت کرنے کے لئے احکامِ الٰہی کو پامال کر رہے ہیں' لیکن دشمنانِ اسلام کا تازہ ترین مطالبہ یہ ہے کہ وہ کسی مسلمان کو اُس وقت تک روشن خیال تسلیم نہیں کریں گے جب تک وہ قرآن کا انکار نہ کر دے۔ انہوں نے کہا کہ تحفظ حقوق نسواں بل زنا کا کھلا لائسنس ہے۔ اس بل میں خواتین کے بجائے مجرموں کو تحفظ دیا گیا ہے۔ لہٰذا حکمران اس غیر شرعی بل کو قرآن و سنت کے مطابق قرار دے کر اللہ کے غضب کو دعوت مت دیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت' پاکستان)

کرو۔اُس کی غلامی اختیار کرو۔ اُس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارو۔ وہی تمہارا آقا ہے۔ اپنی انفرادی زندگی میں بھی اُس کے بتائے ہوئے ضابطے پر چلو اور حیات اجتماعی میں بھی اُسی کا قانون نافذ کرو۔ بندگی کے لائق صرف اللہ ہی کی ذات ہے' کیونکہ وہی تمہیں پالتا ہے۔ تمہاری ضروریات کو فراہمی کے لئے اُس نے سورج' چاند ستارے پیدا کئے۔ بادلوں اور بارشوں کا نظام تخلیق کیا۔ اُس نے سورج کو اِس کام پر مامور کر دیا ہے کہ وہ تمازت مہیا کرے تاکہ فصلیں پک سکیں اور تمہاری زراعت کا نظام چلتا رہے۔ چاند کے ذریعے تم ماہ وسال کا حساب رکھتے ہو۔ بارشوں سے تمہاری آبی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ الغرض ہر چیز جس سے تم فائدہ اُٹھاتے ہو' اُسی کی عطا ہے' سو تمہارا کام یہ ہے کہ اُسی مہربان آقا کی بندگی کرو۔

ضمیر اور فطرت کے سبب کائنات کی ازلی سچائیوں کا شعور رکھنے کے باوجود انسان کے لئے
ناممکن ہے کہ وہ از خود اپنے لئے فکری وعملی رہنمائی کا تعین کر سکے

بندگی کی غایت کیا ہے؟ فرمایا:

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝﴾ (البقرہ:21)

''تاکہ تم بچ سکو''

اِس میں گویا اشارہ ہے کہ اگرچہ تمہارے پاس چوائس ہے کہ بندگی کرو یا نہ کرو۔ دنیا کی پوری زندگی اپنی خواہشات نفس کی بندگی میں گزار دو تو تمہیں کوئی روکنے والا نہیں۔ تمہیں اللہ کی طرف سے کھلی چھٹی ہے "اماشاکرا و اما کفورا" چاہے شکر گزار بن کر جیتے ہو اور خواہ کفران نعمت کرتے ہو' یہ تمہارا اپنا انتخاب ہوگا' مگر یہ بات یاد رکھو کہ عافیت اور نجات کا راستہ صرف یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اختیار کرو۔

اللہ کی بندگی کا فائدہ یہ ہوگا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہوگا۔ تم اللہ کی حکم عدولی سے اجتناب کر کے آخرت کے خسارے سے بچ سکو گے' ورنہ ہلاکت خیز تباہی و بربادی تمہارا مقدر ہوگی کہ اُس نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ''زمانے کی قسم ہے' انسان سخت خسارے میں ہے۔'' (العصر)

اللہ تعالیٰ کی بندگی سے انحراف اور نافرمانی کے نتیجے میں تمہیں آخرت کے حقیقی خسارے کا سامنا تو تمہیں کرنا پڑے گا ہی' دنیا میں بھی تم مختلف بحرانوں کا شکار رہو گے۔ کرۂ ارضی فساد' بدامنی اور غنڈہ گردی کی لپیٹ میں آ جائے گی۔ اگر آج ہم عالمی حالات کا جائزہ لیں تو صاف نظر آتا ہے کہ بحر وبر میں فساد پھیل چکا ہے۔ اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ فسادات' بدامنی اور

لاقانونیت کی ذمہ دار طاقتیں ہی یہ نعرہ لگا رہی ہیں کہ ہم دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں' حالانکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکہ اور اُس کے گماشتوں کی مہم درحقیقت عالمی غنڈہ گردی اور ریاستی دہشت گردی کی ناپاک مہم ہے' جس کا مقصد دنیا کو اللہ کی بندگی اور اُس کے نظام بندگی کو اختیار کرنے سے روکنا اور شیطانی قوتوں کے ابلیسی دجالی نظام کی راہ ہموار کرنا ہے۔ امریکہ نہ صرف خود دہشت گردی کر رہا ہے' بلکہ دنیا میں ہونے والے دہشت گردانہ کارروائیوں کو سپورٹ بھی کرتا ہے۔ اِس کی نمایاں مثال اُس کی جانب ہے ناجائز صیہونی ریاست اسرائیل کی اندھی حمایت ہے۔ بہرکیف' اگر دنیا کو امن کی آماجگاہ بنانا ہے' اعلیٰ انسانی اقدار کو فروغ دینا ہے تو اس کی بنیاد خدائے واحد کی بندگی ہے۔ ؏

گر یہ نہیں تو بابا پھر سب کہانیاں ہیں

✿✿✿✿✿

بقیہ: اداریہ

دوسرا رخ ملاحظہ کریں۔ بش نے اپنی جماعت کے ہارنے پر دھاندلی کا واویلا نہیں کیا۔ سپیکر منتخب ہونے والی خاتون انتخابی مہم کے دوران بش کو دھوکہ باز' ناقابل اعتبار اور نہ جانے کیا کیا کہتی رہی' جب وہ جیت گئی تو بش نے اُسے کھانے پر بلایا' اُس کا اعزاز کیا۔ اخباری نمائندوں نے پوچھا: آپ ایسی خاتون کے ساتھ کیسے چل سکیں گے جو آپ پر اتنے ذاتی حملے کرتی رہی ہے۔ جواب دیا: یہ انتخابی مہم کی باتیں ہیں' ہمیں انہیں فراموش کرنا ہوگا۔ منتخب ہونے والے ڈیموکریٹس سے بلا امتیاز مشاورت کا سلسلہ شروع کیا' اور مشترکہ بیان جاری کیا گیا کہ ہم مل جل کر امریکی مفادات کا تحفظ کریں گے۔ کاش! پاکستان کے سیاستدان بھی اِس بالغ نظری کا مظاہرہ کر سکیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق بھی دے کہ ہم اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے بدترین دشمنوں سے بھی اچھا سلوک کریں۔ ہماری بالغ نظری محض قومی مفادات کے تابع نہ ہو' اسلامی نظریے کی عکاس ہو۔

✿✿✿✿✿

قوت تاثیر

بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد اور ڈاکٹر ذاکر نائیک کے لیکچرز کی بدولت

ہندو ڈاکٹر کا قبولِ اسلام

مرسلہ: وسیم احمد

روزنامہ جنگ کی اشاعت 18 نومبر کی خبر کے مطابق کراچی سے تعلق رکھنے والے 32 سالہ نوجوان ڈاکٹر ہیمان داس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ان کا اسلامی نام بلال احمد رکھا گیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں اپنے اہل خانہ سے چھپ چھپ کر ڈاکٹر اسرار احمد اور ڈاکٹر ذاکر نائیک کے اسلامی لیکچرز سنا کرتا تھا' جس کی بدولت مجھ میں یہ احساس پیدا ہوا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ میں نے اسلام کے بارے میں بہت سوچا' میرے دل میں اسلام کے لیے روشنی پیدا ہوئی اور مجھ میں یہ احساس پیدا ہوا کہ خدا ایک ہے۔ بہت سے خداؤں کا کوئی وجود نہیں۔ میں اسی کو مانوں گا' جس نے یہ دنیا پیدا کی اور جو زندگی دیتا ہے اور موت کا مالک ہے۔

انہوں نے اسلام لانے کے بعد اپنی زندگی کے معمولات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ میں روزانہ قرآن پاک کا مطالعہ کرتا ہوں۔ مجھے مسلمانوں کی عبادت کا طریقہ بہت پسند آیا ہے' جس سے واقعی اسلامی تربیت حاصل ہوتی ہے۔ ڈاکٹر بلال احمد نے قرآن پاک حفظ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ میری فیملی کے تمام افراد مسلمان ہو جائیں' تاکہ انہیں بھی سکون ملے۔

جنرل محمد اکبر (رنگروٹ) پی اے 1 کی کتاب

'میری آخری منزل'

سے چند اقتباسات

سردار اعوان

جنرل محمد اکبر نے پہلی جنگ عظیم کے دوران بطور رنگروٹ برطانوی فوج میں شمولیت اختیار کی۔ جنگ میں ان کی دلیری اور بہادری کو دیکھتے ہوئے وہ پہلے ہندوستانی تھے جنہیں برٹش انڈین آرمی میں کمیشن دیا گیا۔ دوسری جنگ عظیم میں انہیں ''آرڈر آف دی برٹش ایمپائر'' سے نوازا گیا۔ وہ پہلے ہندوستانی مسلمان تھے جو برٹش انڈین آرمی میں جنرل کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

پاکستان بننے کے بعد انہوں نے تمام ترغیبات کے باوجود پاکستان آرمی میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا' جہاں انہیں پہلا نمبر ملا اور وہ پاکستان آرمی کے سب سے سینئر افسر قرار دیئے گئے۔ انہیں قائداعظم کا پہلا اے ڈی سی ہونے کا اعزاز حاصل ہوا اور قائداعظم کا انہیں آخری دم تک بھرپور اعتماد حاصل رہا لیکن پاکستان بننے کے ساتھ ہی پاکستانی فوج سیاسی ریشہ دوانیوں کا شکار ہوگئی جس کے باعث وہ کمانڈر انچیف نہ بن سکے۔ ذیل میں جو اقتباسات درج ہیں' ان سے انہی ریشہ دوانیوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ (ادارہ)

''......مجھے 1951ء میں ایک پاکستانی افسر کرنل قریشی نے بتایا کہ لندن میں برطانوی جنرل نے جو 1947ء میں کمانڈر انچیف تھے' انڈین ایمپائر کلب لندن میں لیکچر کے دوران کہا کہ ''بھارت نے کشمیر پر ہرگز جارحانہ حملہ نہیں کیا بلکہ مجھے بحیثیت کمانڈر انچیف محکمہ دفاع پاکستان سے تار ملی تھی کہ کئی ہزار قبائلیوں نے کشمیر پر حملہ کر دیا ہے اور ہم ان کو روکنے کی اہلیت نہیں رکھتے' لہٰذا آپ کشمیری عوام کی جان و مال خصوصاً برطانوی شہریوں کی حفاظت کے لئے فوراً فوج کشمیر بھیج دیں۔ لہٰذا اس مدد کی التجا پر میں نے گورنر جنرل کی اجازت سے انڈین آرمی کے دستے روانہ کر دیئے۔''

کرنل قریشی نے بتایا کہ جب میں نے کھڑے ہو کر اس بیان کو چیلنج کیا تو اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا'' مجھے تقریر ختم کرنے دو' میں بعد میں یہ تار اور دیگر کاغذات آپ سب کے ملاحظے کے لئے میز پر رکھ دوں گا''۔ چنانچہ جب لیکچر ختم ہوا تو میں نے وہ تار پڑھا جو راولپنڈی سے محکمہ دفاع کی جانب سے بھیجا گیا تھا جس میں محکمہ دفاع نے بھارت سے فوجی مدد کی درخواست کی تھی۔ کرنل قریشی نے مجھ سے پوچھا کہ وزارت دفاع تو کراچی میں تھی' یہ تار راولپنڈی سے کیوں بھیجا گیا؟ بعد ازاں ایک موقع پر میں نے لیاقت علی خان سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے سر پر ان دنوں بے حد ذمہ داریاں تھیں لہٰذا میں نے فوج کی نقل و حرکت جیسا کام اپنے قابل اعتماد مشیر اور دفاعی ماہر جنرل گریسی کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ لہٰذا اس تار کے متعلق میری ذمہ داری کچھ بھی نہیں! (ص:147,148)

ہمارے محکمہ دفاع میں نوکر شاہی کے کون سے افراد تھے جنہوں نے برٹش جرنیلوں کے ساتھ تعاون کیا اور وزیر دفاع کو دھوکہ دیا؟ ہمارے سیاسی لیڈروں کو دفاع کا علم ہونا چاہیے تھا' تاکہ ایسے وسیع اختیارات غیر ملکی ملازم کے حوالہ نہ کرتے اور کیا وزیر دفاع نے قائداعظم کو جنرل گریسی کے اس تار کے بھیجے جانے سے مطلع کیا تھا؟ (ص:151,152)

جنرل مسروری اپنے لئے فری ہینڈ چاہتے تھے۔ گورنر جنرل قائداعظم اِس کے خلاف تھے۔ بدقسمتی سے وزیر دفاع (وزیراعظم) نے اِس کے برعکس برٹش ملٹری مشن کو کلی اختیارات اپنی جانب سے دے دیئے۔ اِس سے باہمی رنجش کی بنیاد پڑی

پاکستان بننے کے بعد بالکل نیا سماں دیکھنے میں آیا۔ ماسوائے معدودے چند ہر سیاسی لیڈر فرعون بے ساماں کی مانند تھا۔ ہر سول افسر پارٹی بندی کی فکر میں تھا۔ ہر انصار' خان' راجہ یا نواب تھا اور ہر مہاجر کروڑ پتی' جاگیردار وغیرہ تھا اور جو واقعی مال و دولت کا نثار کر کے پاکستان آئے تھے وہ بے زبان تماشائی تھے۔ (ص:159)

برٹش مشن نے بہت سے نوکر شاہی افسروں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور بعد ازاں یہ بہت خطرناک عنصر ثابت ہوئے۔ (ص:199)

جنرل مسروی اپنے لئے ''فری ہینڈ'' چاہتے تھے ...... قائداعظم اس کے خلاف تھے ...... بدقسمتی سے 1947ء میں وزیر دفاع نے اس کے برعکس برٹش ملٹری مشن کو کلی اختیارات اپنی جانب سے دے دیئے تھے۔ اس سے گورنر جنرل (قائداعظم) اور وزیر دفاع (وزیراعظم) میں باہمی رنجش کی بنیاد پڑی۔ (ص:200)

میں 1959ء میں حکومت چین کی دعوت پر وہاں گیا اور مجھے چیئرمین ماؤ اور مسٹر چواین لائی وزیراعظم کے علاوہ اور بہت سے چوٹی کے لیڈروں سے ملنے اور تبادلۂ خیالات کا موقع ملا۔ میں نے چونکہ چیئرمین ماؤزےتنگ اور مارشل چوتے کی تصنیف کردہ کئی کتابیں پڑھی تھیں' لہٰذا ان ملاقاتوں اور تبادلۂ خیالات کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ چیئرمین ماؤزےتنگ کی امریکی برطانوی' بلکہ تمام مغربی اتحادیوں کے خلاف کامیابی کا راز یہ تھا کہ چیئرمین نے سیرت نبوی ﷺ کی نہایت ہوشمندی سے نقل کی تھی۔ اس کا ذکر میں نے چیئرمین ماؤزےتنگ سے بھی کیا' مثلاً میں نے کہا:

1۔ آپ کا دفاعی تربیت کا بنیادی اصول کہ ''پیشتر اس سے کہ کسی فرد کے ہاتھ میں بندوق دی جائے اس کے دماغ میں نظریاتی تعلیم ڈالنی ضروری ہے۔'' درحقیقت آنحضرت ﷺ کی سنت پر مبنی ہے۔

2۔ اسی طرح ''لانگ مارچ'' بھی ہجرت کی نقل ہے اور ''لانگ مارچ'' کے سیان کے علاقے میں فوجی تربیت اور فوجی نظام وغیرہ جو چینیوں نے اپنایا وہ بھی سنت نبوی ﷺ کی نقل ہے جو آپؐ نے مدینہ میں اختیار کی تھی' مثلاً سالار کسی بھی مجاہد کو بلا رنگ و نسل و امتیاز چنا گیا۔ اسلامی فوج میں کوئی جرنل' کرنل نہ تھا۔ موقع کے بموجب سالار چنے جاتے تھے اور بوقت ضرورت سالار اعظم چنا جاتا تھا' مگر جنگ کے خاتمہ پر سب مجاہد تھے۔ مگر جب کوئی سالار چنا جاتا تو سب لشکری اس کی اطاعت کرتے اور بخوشی جان تک لڑا دیتے۔ (ص:167)

ہم نے پاکستان کے لئے دعویٰ تو کیا اور اسے حاصل بھی کر لیا مگر اسے کس طرح سے چلایا جائے گا' ان امور سے ہم نابلد رہے۔ گو قائداعظم اور عوام نے ملیر پریڈ کو بہت پسند کیا مگر دونوں برطانوی جنرل مسروی اور گریسی عذر کر کے نہ آئے اور مجھ سے سخت الفاظ میں کہا کہ ''تم برطانوی روایات مٹانے پر تلے ہو' پاکستان ابھی آزاد ملک نہیں صرف ڈومینن (Dominion) ہے۔'' (ص:245)

سیکرٹری وزارت دفاع کے طرز دفاع سے مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ اور وزیر دفاع کس قدر اس بات کے خواہاں ہیں کہ برٹش افواج کو نہایت ہی شاندار الوداعی ضیافت اور قیمتی تحائف دیئے جائیں...... قائداعظم نہایت (باقی صفحہ 14 پر)

سرڈیوڈ رام دین کا "فکر انگیز" خطاب

عالم خواب میں ایک تقریب کا آنکھوں دیکھا حال

ابو اکرام

خوابوں کی دنیا اور عالم بیداری میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ خواب میں انسان حالات و واقعات کی مکمل تصویر محض چند ثانیوں میں دیکھ لیتا ہے' جبکہ کھلی آنکھوں سے دیکھا جائے تو یہ واقعات کئی سالوں پر پھیلے ہوتے ہیں۔ دونوں میں جوہری فرق یہ بھی ہے کہ خواب خیالات کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور بیداری کی حالت میں آدمی کا واسطہ حقائق سے پڑتا ہے۔ اگرچہ خواب ایک خیال ہوتا ہے' تاہم کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جاگتی دنیا سے خوابوں کے جزیرے میں داخل ہوتے ہی آنکھیں ایسے مناظر دیکھتی ہیں کہ جن پر حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔ ابھی کل ہی کی بات ہے' مجھے بند آنکھوں نے وہ منظر دکھایا جو کھلی آنکھیں دیکھ ہی نہیں سکتیں' کہ اُن پر مفادات کے دبیز پردے پڑے ہوتے ہیں' مصلحتوں کی تہہ در تہہ پٹیاں بندھی ہوتی ہیں اور تعصب اور عناد کے جالے تنے ہوتے ہیں۔

میں دیکھتا ہوں' عشاق کا ایک بڑا مجمع ہے۔ یہ سب لوگ زرق برق لباس پہنے اپنی دلربا محبوبہ کے انتظار میں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہیں۔ اس پیکر جمال کی مدح سرائی ہو رہی ہے۔ کہیں اسے چاند سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔ کوئی گل خندہ اور کوئی عندلیب نازاں قرار دیتا ہے۔ کہیں خوش گپیوں کا دور چل رہا ہے اور کہیں گرفتاران محبت کا ایک گروہ اپنے بخت بیدار پر شاداں' محبوبہ سے اپنی قربتوں اور محبتوں کا تذکرہ کر رہا ہے۔

اسی اثنا میں سٹیج سے اعلان ہوتا ہے: انتظار کی گھڑیاں ختم' حسینۂ روشن خیالی تشریف لایا ہی چاہتی ہیں۔ اعلان سنتے ہی گفتگوؤں کے سلسلے تھم جاتے ہیں اور نگاہیں ہال کے مرکزی دروازے پر جم جاتی ہیں۔ حسینہ جیسے ہی ہال میں داخل ہوتی ہیں عشاق اپنی اپنی نشستوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور فضا فلک شگاف نعروں سے گونج اُٹھتی ہے۔

پاکستان پائندہ باد — روشن خیالی زندہ باد
تیری آن میری شان — روشن خیال پاکستان
انتہا پسند کا جو یار ہے — غدار ہے غدار ہے

نعروں کے جلو میں حسینہ سٹیج پر تشریف لاتی ہیں۔ عجیب منظر ہے۔ ہر دل جذبات محبت سے سرشار' ہر آنکھ لذت دیدار کی مشتاق اور ہر زبان اُس کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ وہ دیر تک کھڑی رہتی ہیں' تاکہ اُس کے چاہنے والوں کے شوق دیدار کی تسکین ہو سکے۔ پھر نشست سنبھالنے سے پہلے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اُن کا شکریہ ادا کرتی ہیں۔

وقت کم ہے اور حسینہ کی مصروفیات بے پناہ۔ سو بلاتاخیر اجلاس کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز ہوتا ہے۔ تلاوت کی ضرورت نہیں (معاذ اللہ) کہ اِس مذہبی کتاب کی حقیقی تعلیمات کے خلاف ہی تو وہ سینہ سپر اور برسرپیکار ہے۔ قبل اِس کے کہ حسینہ کا خطاب ہو' اُس کے چیف مداح کو دعوت خطاب دی جاتی ہے۔ جن کا نام نامی سر ڈیوڈ رام دین ہے۔ اُن کی گفتگو کا موضوع ہے: "روشن خیالی کی فتوحات"

> دوستو! ہمیں حسینۂ روشن خیالی کو داد دینی چاہیے کہ وہ کھل کر مکتب و مدرسہ کے خلاف برسرپیکار ہے۔ اُس کے ایک حکم سے سکولوں اور کالجوں کے نصاب سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر انتہا پسندی نکالی جا رہی ہے۔ اُس نے اہل مدرسہ پر واضح کر دیا ہے کہ تم نفرتیں پھیلاتے ہو' عداوت کی آگ بھڑکاتے ہو' یہ سلسلہ فوراً بند کر دو۔

سر ڈیوڈ اپنی گفتگو کا آغاز علامہ اقبال کے اِس شعر سے کرتے ہیں:

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

پھر تمہیدی گفتگو کے بعد حسینۂ روشن خیالی کی شاندار فتوحات اور بے مثال کامیابیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے گویا ہوتے ہیں:

آسمان عشق کے روشن ستارو!

میری اور آپ کی قسمت کی دیوی آج بے حد مسرور ہے۔ وہ اِس بات پر شاداں و فرحاں ہے کہ وہ پھدک پھدک کر نظریات کے قلعے فتح کرتی چلی جاتی ہے۔ ہر طرف اُس کی فتوحات کے جھنڈے گڑھ رہے ہیں۔ دل فتح ہو رہے ہیں۔ ذہنوں میں تبدیلی آ رہی ہے۔ سوچیں بدل رہی ہیں اور دھرتی سے "تاریکی" کا عہد ختم ہو رہا ہے اور کراچی کے ساحل سمندر سے ہمالیہ کے بلند پہاڑی سلسلے تک اُس کی روشنی پھیل رہی ہے۔

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا یہ عالم پیر مر رہا ہے
"انتہا پسند جنونیوں نے جسے بنایا تھا قید خانہ"

دوستو! اگر روشن خیالی خوشیاں منا رہی ہے تو یہ اُس کا حق ہے۔ بلاشبہ اُس نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جو بڑے طاقتور حکمران اور کرسی کے پکی ہونے کے دعویدار بھی انجام نہ دے سکے۔ اِس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اُس کے عشاق کے لئے اُس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔ اُس کے ایک حکم سے سکولوں اور کالجوں کے نصاب سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر انتہا پسندی نکالی جا رہی ہے۔ جہاد و قتال اور شرم و حیا کے اسباق کو کھرچا جا رہا ہے۔ "نام نہاد" قومی ہیروز کے تذکرے حرف غلط کی طرح مٹ رہے ہیں۔ اِس کے برعکس جنسیات' موسیقی اور ڈانس جو ہماری بنیادی ضرورت اور قومی ترقی کا لازمہ ہے' اُسے داخل نصاب کیا جا رہا ہے۔

دوسری طرف دیکھئے' بی روشن خیالی کھل کر مکتب اور مدرسہ کے خلاف برسرپیکار ہے۔ اس نے لگی لپٹی رکھے بغیر اہل مدرسہ کو ہدایت کی ہے کہ مدارس میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کی تعلیم کا سلسلہ فوراً روک دو۔ آئندہ کے بعد تمہارے ہاں بیرون ممالک سے کوئی حصول تعلیم کے لئے نہ آنے پائے۔ تم نفرتیں پھیلاتے ہو' عداوت کی آگ بھڑکاتے ہو' یہ سلسلہ ترک کر دو۔ بجائے اس کے کہ تم اپنے طلبہ کو یہود و نصاریٰ کے دشمنی کے قصے سناؤ' جھوٹ موٹ میں اُن کے ظلم و بربریت کا تذکرہ کرو' تمہارا لائحہ عمل یہ ہونا چاہیے کہ تم اُن کی انسان دوستی کو عام کرو' امن و امان کے زمزمے سناؤ' رواداری اور برداشت کے ترانے الاپو۔ جنہیں تم دشمن کہتے ہو' وہ تمہارے دشمن نہیں خیر خواہ ہیں' وہ تمہیں ترقی و کمال کی منزل پر فائز دیکھنا چاہتے ہیں' لہٰذا بلاوجہ اُن کی مخالفت کرنا چھوڑ دو۔ اُن کی پالیسیوں کی حمایت کرو۔ اور دنیا کو امن و امان کی جو مثالی جنت بنانے وہ چلے ہیں' اُس پر انہیں سپورٹ کرو۔

یہی نہیں' حسینہ نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ اگر کسی مدرسہ میں دہشت گردی کی تعلیم کے شواہد ملے تو اُسے بم مار کر تباہ کر دیا جائے گا۔ یہ اعلان اُس نے اپنی اُس "دلیرانہ" کارروائی کے بعد کیا' جو اُس نے ایک کوہستانی علاقے کے ایک مدرسہ کے خلاف کی۔ اِس مدرسہ میں 83 "دہشت گرد" ابھی زیر تربیت تھے' مگر بی روشن خیالی نے انہیں اُس عبرتناک انجام سے دوچار کیا' کہ آئندہ کہیں بھی بزدل انتہا پسند "دہشت گردی" کی ٹریننگ دینے یا لینے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔

ہم خیال ساتھیو! ہمیں حسینۂ روشن خیالی کی جرأت و بہادری' دلیری و جوانمردی اور ہمت و شجاعت کی داد دینی

چاہیے۔ اور اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہیے کہ ہمیں اُس سے نسبت نصیب ہوئی ہے۔

میرے روشن ضمیر دوستو! حسینہ اِس بات پر بجا طور پر فخر کی مستحق ہے کہ وہ بلاخوف لومۃ لائم گھر کی چوکھٹ سے لے کر بازار تک‘ سکول سے لے کر کھیل کے میدان تک‘ اور مسجد و مدرسہ سے لے کر پارلیمنٹ تک انتہائی کامیابی کے ساتھ اپنی پالیسیاں نافذ کر رہی ہے۔ مگر کسی میں جرأت نہیں کہ اُسے روک سکے۔ وہ ٹی وی اور انٹرنیٹ کے ذریعے گھروں سے انتہاپسند معاشرت کو کھرچ رہی ہے۔ کھیل کے میدان میں کھلے عام نماز پڑھنے کو برسرِعام نظرِ حقارت سے دیکھتی اور ایسا کرنے والوں کو ملائیت کا طعنہ دیتی ہے۔ یارانِ خوش الحان کی آمد پر ملک کی ایک عظیم الشان مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر اذان اور باجماعت نماز کو روک دیتی ہے۔ کس کی مجال ہے کہ اُس کا ہاتھ پکڑ سکے۔ کسی کو اس کی جرأت ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ ہم جو اس کے شیدائی ہیں‘ اُس کی ذات‘ پالیسیوں اور نظریات کے ’’بے لوث‘‘ سپاہی ہیں اور ہم اُس کی حفاظت کرنا بخوبی جانتے ہیں۔

دوستو! جس ’’حق‘‘ اور ’’سچ‘‘ کی تلقین ہمیں اُس نے کی ہے‘ اُس کی حمایت ہمارا ایمان ہے۔ ہم بہرصورت اُس کا ساتھ دیں گے۔ اُس کے لئے جان تک لڑا دیں گے کہ حق اور سچائی کے لئے لڑنا جہاد ہے...... سوری‘ معاف کیجئے! میڈم روشن خیالی! آپ بھی محسوس نہ کیجئے گا۔ جہاد کا لفظ انجانے میں میرے منہ سے نکل گیا۔ ورنہ میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ جس ’’حق و سچائی‘‘ کو ہم نے اختیار کیا ہے اِس کو فروغ دینا اگرچہ ہمارے لئے بڑا چیلنج ہے‘ لیکن ہم نے یہ چیلنج ’’سوچ سمجھ کر‘‘ قبول کیا ہے‘ لہٰذا اِس کے لئے ہر طرح کی قربانی دیں گے۔

صاحب صدر! روشن خیالی کی یہ کامیابی بھی کسی طور کم درجہ نہیں رکھتی کہ اُس نے دفاعِ وطن کے لئے کام کرنے والے ’’انتہاپسندوں‘‘ کو اُس انجامِ بد سے دوچار کیا ہے کہ وہ رہتی دنیا تک نشانِ عبرت بن گئے ہیں۔ اگر کسی میں ذرا بھی عقل ہوئی تو وہ آئندہ وطن کی خدمت کا یہ ’’غلط‘‘ انداز بھی اختیار نہیں کرے گا۔ روشن خیالی نے یہ درس عام کر دیا ہے کہ انتہاپسندوں کی طرح وطن کی مٹی سے محبت کرنا گناہ ہے۔ دیس کے لئے قربانیاں دینا حماقت ہے۔ جنم بھومی کی حفاظت کا سامان کرنا جرم ہے۔ اور جو شخص بھی اِس گناہ‘ حماقت یا جرم کا مرتکب ہوگا‘ وہ ضرور اُس کی سزا بھگتے گا۔ خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور نامی گرامی کیوں نہ ہو۔ اِس لئے کہ کسی کے لئے اصولوں کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں حسینہ کو کسی اصول اور ضابطے کا پابند نہیں کیا جا سکتا‘ کیونکہ وہ تو خود اصول وضع کرتی اور قانون بناتی ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ وہ طاقت اور قوت کی حامل ہیں اور طاقت اندھی ہوتی ہے۔ وہ کسی ضابطے کی پابند نہیں ہوتی۔

روشن ضمیرو! روشن خیالی کے کارنامے بے شمار ہیں‘ لیکن یہاں اُن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا‘ کیونکہ وقت بہت کم ہے۔ صرف دو اور باتوں کے تذکرہ پر اکتفا کروں گا۔

دوستو! آپ دیکھ رہے ہیں کہ روشن خیالی کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا ہے۔ اِس کی ایک وجہ اُس کی ایک اور شاندار کامیابی ہے‘ اور وہ ہے اُس کے پیغام کا فروغ۔ اُس کا پیغام کیا ہے؟ اگر انہی کے الفاظ میں بیان کیا جائے تو وہ ہے ؏ میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے۔ یعنی زبانوں پر محبت‘ ذہنوں میں محبت‘ دماغوں میں محبت‘ سکولوں میں محبت‘ کالجوں میں محبت‘ گلیوں میں محبت‘ بازاروں میں محبت‘ باغوں میں محبت‘ نصابوں میں محبت۔ اشاروں میں محبت‘ کنایوں میں محبت!

اب وہ دور نہیں رہا جب لوگوں کو پیار کا شعور نہیں ہوتا تھا‘ جب وہ رموزِ محبت سے ناآشنا تھے۔ اب تو ہر جگہ محبت کے زمزمے بہہ رہے ہیں‘ پیار کی باتیں ہو رہی ہیں‘ عشق کی داستانیں دوہرائی جا رہی ہیں۔ ہر زبان پر محبت کا نعرہ ہے۔

میرے باصول ساتھیو! حسینہ روشن خیالی اپنی تازہ مہم جوئی پر بھی بہت خوش ہے۔ اُس کی یہ مہم قانون میں موجود ’’انتہاپسندی‘‘ کے خلاف ہے۔ یہ محاذ یقیناً خطرناک ہے‘ مگر فکر کی کوئی بات نہیں۔ اُس نے ہمیں کیل کانٹے سے مسلح کیا ہے اور ہمارا حوصلہ بڑھا رہی ہے۔ اِس لئے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ فتح ہمارا مقدر ہے اور انتہاپسندوں کی قسمت میں شکست لکھی جا چکی ہے۔

دوستو! اِس مہم کے لئے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کیجئے۔ ممکن ہے اِس محاذ پر ہمارے بعض نئے روشن خیال دوستوں کے قدم ڈگمگا جائیں‘ لیکن پھر بھی وہ ہمارے خلاف ووٹ نہیں دے سکتے۔ وہ ساتھ بہرحال ہمارا ہی دیں گے کہ اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔ بالفرض انہوں نے دوسری راہ اپنائی تو یہ ’’نظریۂ افادیت‘‘ اور ’’اصول مفادِ ذاتی‘‘ کے خلاف ہوگا۔ اور ظاہر ہے حسینۂ روشن خیالی نظریات اور اصولوں کی خلاف ورزی گوارا نہیں کر سکتی۔

دوستو! میں اپنی گفتگو اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

ہے آج رُخ ہوا کا موافق تو چل نکل
کل کی کسے خبر ہے کدھر کی ہوا چلے

پریس ریلیز

یکم دسمبر 2006ء

مسلمان حکمرانوں نے امریکہ اور اسرائیل کے بارے میں جو طرزِ عمل اختیار کر رکھا ہے وہ منافقت‘ بے غیرتی اور انسان دشمنی کی بدترین مثال ہے

ڈاکٹر اسرار احمد

ڈاکٹر اسرار احمد نے قرآن آڈیٹوریم میں اپنے معمول کے درسِ قرآن کے دوران سورۃ المائدہ کی آیات 51 تا 53 کے ذیل میں کہا کہ ان آیاتِ مبارکہ کا صحیح تر اطلاق جدید دور کے حالات پر ہوتا ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ کا موجودہ گٹھ جوڑ‘ رومن کیتھولک چرچ کے خلاف مذہبی اصلاح کی اس تحریک کا نتیجہ ہے جس کا آغاز چودھویں صدی عیسوی میں یورپ میں ہوا تھا اور جس نے عیسائیوں میں ایک نئے فرقہ ’پروٹسٹنٹ‘ کی بنیاد ڈالی جو یہود و نصاریٰ کے گٹھ جوڑ کا سب سے بڑا علمبردار اور انسان دشمنی میں سب سے آگے ہے۔ ورنہ جس دور میں قرآن حکیم کا نزول ہوا ہے‘ یہود و نصاریٰ کی آپس میں شدید دشمنی تھی۔ چنانچہ قرآن مجید میں جن مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع کیا گیا ہے وہ دراصل آج کے دور کے ہم مسلمان ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس دوستی کی تین شکلیں ہوسکتی ہیں جن میں سب سے مکروہ اور گھناؤنی شکل یہ ہے کہ یہ دوستی خود اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہو۔ البتہ دوسری شکل جس میں اسلام اور مسلمانوں کے کسی مفاد پر زد نہ پڑتی ہو اور جس کا مقصد محض دنیاوی لین دین ہو‘ حرام نہیں۔ تیسری شکل یہ ہوسکتی ہے کہ مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں اپنی جان و مال کا فوری خطرہ لاحق ہو جس سے بچنے کے لیے ظاہری دوستی اور مدارات کی صورت اختیار کر لی جائے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے جان بچانے کی حد تک حرام کھانے کی اجازت دی گئی ہے‘ لہٰذا اسے مختلف حیلوں بہانوں سے ایک مستقل اصول بنا لینا پرلے درجے کی ڈھٹائی تو ہو سکتی ہے‘ اسلام کے ساتھ اس کا کوئی سروکار نہیں۔

اس حوالہ سے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آج ہم مسلمانوں نے امریکہ اور اسرائیل کے بارے جو طرزِ عمل اختیار کر رکھا ہے وہ منافقت‘ بے غیرتی اور انسان دشمنی کی بدترین مثال ہے کہ ہم آبادی کے لحاظ سے دنیا کا چوتھا یا کم از کم پانچواں حصہ ہونے کے باوجود حق بات زبان پر لانے تک کے روادار نہیں رہے۔

(جاری کردہ: سردار اعوان‘ معتمد ذاتی)

تزکیۂ طبیعت

رشید ارشد

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝﴾

(طٰہٰ: 76,75)

''اور جو اس کے پاس باایمان ہو کر آئے گا (اور) اُس نے نیک عمل بھی کیے ہوں گے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے اونچے درجات ہوں گے۔ ان کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ ہوں گے' جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی' ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ صلہ ہے اس کا جس نے پاکیزگی اختیار کی۔''

اس دنیا میں انسان کا مقصد تزکیہ حاصل کرنا ہے۔ جنت نفوس مزکیٰ کے لئے ہے۔ اس بات کو قرآن نے مختلف اسالیب اور عنوانوں سے واضح کیا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اس دنیا میں پاکیزگی حاصل کرنے کی مسلسل جدوجہد کی اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کی دستگیری فرمائیں گے' جو آلائشیں باقی رہ جائیں گی ان کو دور کر دیں گے اور ان کے نور کا اتمام فرما دیں گے' اور وہ لوگ جنہوں نے نہ تو اپنے اندر موجود نورِ فطرت کی قدر کی اور نہ ہی پیغمبر کی دعوت پر کان دھرا' وہ ان بدبختوں میں شامل ہوں گے جن کی طرف نہ تو پروردگار التفات کریں گے اور نہ ہی ان کا تزکیہ فرمائیں گے۔

اس تمہید سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ تزکیہ ہر فرد کی ضرورت ہے اور ہم سب کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ واضح رہے کہ یہ کوئی پراسرار قسم کا عمل نہیں ہے جو چند مخصوص افراد کیلئے مخصوص اعمال کے نتیجے میں وجود میں آئے بلکہ یہ پورے دین کا موضوع ہے۔ دین دیا ہی اس لئے گیا ہے کہ انسان اپنے نفس کا تزکیہ کر لے۔

تزکیے کے دو مطلب ہیں ...ایک ازالۂ نقص اور دوسرا حصولِ کمال۔ ازالۂ نقص کی ماہیت قانونی ہے اور حصولِ کمال کی اخلاقی۔ حصولِ کمال محال ہے طبیعت کی مرکزی حیثیت کو بیدار کئے بغیر۔ اس لحاظ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس دور میں ایک بڑی ضرورت یہ ہے کہ احادیث و سیرت کی کتب میں سے ان جواہر ریزوں کو اکٹھا کیا جائے جس میں نبی کریم ﷺ کی طبیعت و مزاج کا اظہار ہوتا ہے۔

آج ہمارا یہ عام مشاہدہ ہے کہ ہم ایک شخص میں دیکھتے ہیں کہ دینداری کے تمام مروجہ اوصاف پائے جاتے ہیں۔ داڑھی' ٹوپی' تسبیح ہر چیز میسر ہوتی ہے۔ اس شخص کو کبھی مسجد میں دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ولی اللہ ہیں' لیکن اگر انہی صاحب کے ساتھ کوئی کاروباری معاملہ کر لیجئے' کوئی لین دین کر کے دیکھئے' کوئی معاشرتی تعلق استوار کیجئے تو صاف دکھائی دے گا کہ حالات بہت مخدوش ہیں۔ وقت کی پابندی' عہد کی پاسداری' معاملات کی صفائی' اپنے باطن کو مسلمانوں کیلئے ہر قسم کے غل و غش سے پاک رکھنا' ہر وقت ان کی خیر خواہی پر آمادہ رہنا' ان کی خدمت کیلئے ہمہ تن مستعد رہنا' یہ اوصاف اس دور میں ان لوگوں میں شاید زیادہ پائے جائیں جو مروجہ معنوں میں بے دین یا غیر مذہبی کہلاتے ہیں۔ مذہبی لوگ ان میں سے اکثر

> **تزکیہ نام ہے طبیعت کو فطرت کے سانچے میں ڈھالنے کا۔ طبیعت اور فطرت میں جو مغائرت پیدا ہوگئی ہے اس کو معیاری طریقے پر زائل کرنا تزکیے کی غایت ہے**

چیزوں کو دنیا کے کام قرار دے کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ اگر تلاش کریں تو وہ سنت اور اسوۂ حسنہ کا غلط اور ناقص تصور ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہم مجموعی طور پر ایک اخلاقی بحران کا شکار ہیں' جس کیلئے ہم سب کو مل جل کر کام کرنا ہے۔

تزکیہ ایک اخلاقی عمل ہے۔ اس کے مقاصد اخلاقی ہیں۔ بعض لوگوں پر روحانیت بطور تصور کا غلبہ ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں تزکیے کا اخلاقی جوہر یا تو محو ہو جاتا ہے یا ثانوی بن کر رہ جاتا ہے۔ تصوف کی بعض مخصوص صورتوں پر جرح کرنے کی ایک بڑی جائز وجہ یہ بے اعتدالی بھی ہے۔ اس صورت میں تزکیے کے حاصلات عملی کم اور ذہنی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے آدمی اخلاق کی مطلوبہ بناوٹ تک پہنچنے یا اسے اپنا مقصود بنانے کی بجائے چند ایک تصورات کی تشکیل میں مشغول یا ان کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور یہ تصورات اس سارے عمل کے ذہنی پس منظر کی وجہ سے ایک اعتقادی رنگ بلکہ تحکم پیدا کر لیتے ہیں۔ ہمارے دین میں بہت بعد میں نمودار ہونے والی اکثر زاہدانہ اور عارفانہ روایتوں میں بنیادی نقص یہی ہے!

تزکیے کا عمل ہمیں اپنے نفس پر کرنا ہے۔ نفس کے مشمولات ذہن' ارادہ اور طبیعت ہیں۔ تزکیہ اصلاً تزکیۂ طبیعت ہے۔ تزکیہ کا مقصود اخلاقی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہم طبیعت کو مرکزی ہدف قرار دے کر ذہن اور ارادے وغیرہ کی خلقی ساخت کو دین کے اس مطالبے کی تکمیل میں عملاً اور حالاً صرف کر کے دکھا دیں۔ بعض اہلِ بصیرت کے ہاں یہی معاملہ 'قلب' کے ساتھ مطلوب ہے۔ اخلاق صرف ذہنی و ارادی نہیں ہوتا بلکہ بنیادی طور پر طبیعی ہوتا ہے۔ طبیعت مزکّٰی ہو کر کیا بنتی ہے' اس کا مشاہدہ صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس میں کیا جا سکتا ہے۔ ان معنوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مزاج مبارک کو نمونہ بنائے بغیر آدمی اخلاق کے منبع یا اصل الاصول کو تزکیے کے عمل میں نہیں ڈھال سکتا۔ ایک مومن کے لئے صرف حق ہی کو صحیح' مفید اور مرغوب ہونا چاہیئے اور باطل اس کے ذہن کے لئے غلط' ارادے کے لئے مضر اور طبیعت کے لئے ناپسندیدہ ہونا چاہیئے۔ ہمارے ہاں جب بھی تزکیہ پر گفتگو ہوتی ہے تو ذہن اور ارادے کو مرکزیت دی جاتی ہے جب کہ طبیعت کی طرف عام طور سے توجہ نہیں جاتی۔

تزکیہ نام ہے طبیعت کو فطرت کے سانچے میں ڈھالنے کا' اور فطرت وہ اصل ہے جس پر انسان کی تخلیق کی گئی ہے۔ طبیعت اور فطرت میں جو مغائرت پیدا ہوگئی ہے اس کو معیاری طریقے پر زائل کرنا یہی تزکیے کی غایت ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کی فلاں شخص بدفطرت ہے تو ہماری مراد یہ نہیں ہوتی کہ فلاں شخص محض خیالات یا اعمال میں برا ہے بلکہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ برائی اس کی طبیعت میں راسخ ہو چکی ہے۔ ہم یا تو طبیعت کی پیروی کرتے ہیں یا اس سے لڑتے ہیں۔ طبیعت کے اصول پر ذہن اور ارادے کی تکمیل ہو جاتی ہے تو اس کو مزاج کہتے ہیں۔ یعنی شخصیت کی وہ مکمل میکانکیت جو طبیعت کی بنیاد پر ذہن اور ارادے کی شمولیت کے ساتھ تشکیل پاتی ہے۔

جب ہم نبی اکرم ﷺ کی ذات کو بطور نبی و رسول مرجع بناتے ہیں تو اس کے لئے اطاعت عنوان قرار پاتا ہے اور جب ہم نبی ﷺ سے بطور انسان وابستہ ہوتے ہیں تو اتباع وجود میں آتا ہے۔ نبی ﷺ کامل بشریت کا نمونہ ہیں' محض کامل مذہبیت کا نہیں۔ ہمارے ہاں سنت اور اسوۂ حسنہ کا تصور غلطیوں کا شکار رہا ہے۔ اسوۂ حسنہ کیا ہے' .....آپ ﷺ کے اخلاقی وجود کا معمولاً اظہار۔ آپ سے نسبت پیدا کر کے' آپ جیسے ہیں' اس کا اظہار۔ سیرت کو حالات پر منطبق کرنے کی بجائے احوال پر زیادہ منطبق کرنا چاہیئے۔ سنت خاص ہے اور اسوہ عام ہے۔ سنت میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کی آپ نے نصیحت' تلقین یا حکم کیا ہو' یعنی جس میں دوسروں کو شامل ہونے کی ترغیب دی ہو۔ اسوہ اس کے باہر کو بھی محیط ہے۔ گویا اخلاق و کردار' روحانیت' معاشرت' اقتصاد' قضاۃ' سیاست' سفارت اور جنگ و صلح سب اس کے مختلف گوشے ہیں۔ ہم اس بات کو سادگی سے کہہ سکتے ہیں کہ سنت پیغمبر کو بطور رسول و نبی سامنے رکھنے سے وجود میں آتی ہے (باقی صفحہ 14 پر)

عکّہ اور یافہ کے معرکے

اس نئی تیاری کے بعد جب فرانسیسی فوجوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو رچرڈ نے جائزہ لیا کہ اِس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ فرانسیسیوں کا سارا دارومدار اپنے اُس پہیے دار چوبی بُرج پر تھا جو لمبائی میں عکہ کی دیوار سے بھی اونچا تھا۔ اگر اُسے دھکیل کر دیوار کے قریب کھڑا کر دیا جاتا تو اُس کی چھت سے عیسائی تیر انداز "برج شوم" کے مدافعین پر پتھر اور تیر برسا سکتے تھے، مگر جب یہ برج چرخ چوں چرخ چوں کرتا ہوا دیوار کی طرف چلا تو مسلمانوں نے تانبے کی شفاف چادروں پر، جو دھوپ میں چمک رہی تھیں، مٹی کی ہانڈیوں کی بارش شروع کر دی جو برج سے ٹکرا ٹکرا کر ٹوٹتی رہیں۔ اِن ہانڈیوں سے ایک بے رنگ سیال ہوتا جس کا بُرج پر چھڑکاؤ ہو جاتا اور اُس کی سطح پر بہنے لگتا۔ مگر اس سیال سے نہ آگ لگتی، نہ شعلہ نکلتا۔ فرانسیسی بہت خوش ہوئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ تانبے کی چادروں سے کام بن جائے گا۔ شہر کی دیوار پر سے مٹی کی مزید ہانڈیاں پھینکی گئیں، جو بُرج سے ٹکرا کر ٹوٹ گئیں۔

اِس اثنا میں برج آگے بڑھتا رہا۔ اس پر ہانڈیوں کے سیال کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ تیر اندازوں کے کپڑے اور بُرج کی لکڑی بھیگ تو جاتی، مگر نقصان کچھ نہ ہوتا۔ جو فرانسیسی چوبی بُرج پر چڑھے ہوئے تھے انہوں نے "برج شوم" کے مدافعین پر آوازے کستے ہوئے تیر برسانے شروع کر دیے۔

دفعتاً ایک درخت کا جلتا ہوا ٹہنا عکہ کی دیوار کی طرف سے آ کر چوبی بُرج پر لگا، وہ چند لمحے بُرج کے قریب پڑا چڑ چڑ کر کے جلتا رہا۔ پھر ایک بڑے سارے شعلے نے بھک کر بُرج کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور پھر پل بھر کے اندر اندر چوبی برج دھڑ دھڑ جلنے لگا۔ یوں وہ بھی جل کر خاک ہو گیا اور جتنے آدمی اُس پر تھے، وہ سب بھی زندہ جل گئے۔ فرانسیسی صلیبیوں پر چوبی بُرج جلنے کا ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ حواس باختہ ہو کر پیچھے ہٹ آئے اور حملہ ناکام ہو گیا۔

فلپ آگسٹس اِس ناکامی کے صدمے سے بیمار پڑ گیا اور چند روز بعد بخار اور لرزہ میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہو گیا۔ یہ بیماری ساری عیسائی فوج میں پھیلی ہوئی تھی۔ فلپ کا چچازاد بھائی، نیز کئی سو سپاہی اس بیماری سے مر چکے تھے۔ ناروے، سویڈن اور ڈنمارک کے کئی ہزار سپاہیوں میں سے صرف دو سو زندہ بچے ہوئے تھے۔ فلپ آگسٹس اِس اندیشے سے سہما ہوا تھا کہ وہ بھی زندہ نہیں بچے گا اور اس پر پچھتا رہا تھا کہ فرانس سے یہاں کیوں آیا۔ اُس وقت تک صلیبیوں کا مُسلّمہ رہنما وہی تھا، لیکن اب وہ بیماری اور مایوسی کا شکار ہو گیا تو سپاہیوں نے اُس کو نظر انداز کر کے رچرڈ کی قیادت قبول کر لی۔

خود رچرڈ بھی اس بیماری کی لپیٹ میں آ گیا۔ لیکن اُس پر بیماری کا اثر فلپ سے مختلف ہُوا۔ اُس پر یہ دھن سوار ہو گئی کہ محاصرے کو جلد از جلد تکمیل تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ انگریز سپاہیوں کو حکم دیا کہ "بُرج شوم" پر ہر قیمت پر قبضہ کیا جائے اور بستر علالت پر لیٹا لیٹا محاذ پر پہنچ گیا۔ اُس وقت اُس کا جسم بخار کی شدت سے کپکپا رہا تھا، اور پسینے سے شرابور تھا، مگر اسی حالت میں اپنے سپاہیوں کو چیخ چیخ کر آگے بڑھنے کا حکم دیتا رہا۔ اُس نے اپنے بستر پر فولادی کمان رکھ لی، تاکہ اگر

> صلاح الدین کی فوج سے کئی لڑائیاں لڑ چکنے کے بعد رچرڈ کو یہ اندازہ ہوا تھا کہ یروشلم تک محفوظ طریقے سے پہنچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ایک قلعے سے دوسرے قلعے تک، مینڈک کی طرح پھدک پھدک کر پہنچا جائے

کوئی مسلمان دیوار پر نظر آئے تو اُس پر تیر چلا سکے۔ محافظوں نے اُس کے بستر کے اوپر چمڑے کی چادر تان دی۔ یہ چادر سرکے میں ڈبو لی گئی تھی۔ اس لیے اُس پر شعلہ بار ہانڈیوں کے سیال کا اثر نہ ہو سکتا تھا۔ انگریز تیر انداز مسلمانوں کو دیوار پر نہ آنے دیتے اور اُن کے نقب زن "برج شوم" کی بنیادیں کھود کھود کر اُن میں پتھروں کی جگہ لکڑیاں بھر رہے تھے، جن کو عنقریب آگ دکھائی جانی تھی۔ جب یہ کام ہو گیا تو وہ سُرنگ سے باہر نکل آئے۔ لکڑیوں کو آگ دکھا دی گئی تھی، اس لیے اُن کے پیچھے پیچھے دھوئیں کا ایک دبیز بادل نکلا۔ لکڑیوں نے آگ پکڑ لی تھی۔ ساری فوج "برج شوم" کے گرنے کا نظارہ دیکھنے کے لیے سراپا اشتیاق بنی کھڑی تھی۔ لیکن ہُوا یہ کہ جب لکڑیاں جل چکیں تو سنگ و خشت کا ایک عظیم تودہ ہلنے تو لگا اور پھر آگے کو جھکا بھی، لیکن گرا نہیں۔ اُس کا جھکاؤ صلیبیوں کی صفوں کی طرف تھا، لیکن وہ گرتا نظر نہ آ رہا تھا۔

رچرڈ حسب عادت انتہائی غیظ و غضب کی حالت میں یہ منظر دیکھتا رہا اور مُہندسوں کو کام ٹھیک طرح نہ کرنے پر بُرا بھلا کہتا رہا۔ پھر اُس نے غصے پر قابو پایا اور اپنے سپاہیوں سے چلا کر کہا کہ جو کوئی عکہ کی دیوار میں سے ایک پتھر اکھیڑ کر لائے گا، اُسے دو اشرفیاں انعام دوں گا۔ صلیبی سپاہیوں کے دلوں میں ولولہ تو پیدا ہوا، مگر جب ان مسلمان تیر اندازوں کی طرف دیکھا جو فصیل پر پرے جمائے کھڑے تھے تو کسی کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

رچرڈ چلایا: "ایک پتھر پر چار اشرفی"

اب انگریز سپاہی ہتھوڑے اور چھینیاں لے کر آگے بڑھے اور رات بھر جانیں لڑاتے رہے، مگر جب وہ دیوار کے قریب پہنچتے تو چاندنی میں مسلمانوں کو نظر آ جاتے اور وہ اُنہیں مار ڈالتے۔ اس طرح انہوں نے سینکڑوں صلیبیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن اگلے دن "برج شوم" گر ہی پڑا، جس سے دیوار میں ایک بڑا سا شگاف پڑ گیا۔

صلیبی جھپٹ کر آگے بڑھے۔ اُن کی قیادت ایک نائٹ اور برے کلمنٹ کر رہا تھا۔ اُس نے قسم کھائی تھی کہ آج یا تو عکہ کے اندر داخل ہوں گا یا جان دے دوں گا۔ صلیبیوں نے دیکھا کہ وہ دیوار کے شگاف میں تنہا کھڑا ہے اور انہیں اپنی طرف بُلا رہا ہے۔ پھر دفعتاً پچاس ساٹھ مسلمان اُس پر ٹوٹ پڑے۔ چند لمحے بعد صلیبی نائٹ اُس کی لاش پر کھڑے عکہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً اُن پر مٹی کی شعلہ بار ہانڈیاں آ آ کر گرنے لگیں اور اُن کے لبادے اُسی سیال سے بھیگ گئے جو فرانسیسیوں کے چوبی بُرج پر برسایا گیا تھا۔ اِن ہانڈیوں کے بعد تیروں کی بارش شروع ہو گئی، جن کی نوک پر جلتے ہوئے فتیلے بندھے ہوئے تھے۔ صلیبی سرداروں کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ "برج شوم" کا جو ملبہ اُن کے اردگرد پڑا تھا، وہ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تبدیل ہو گیا۔ وہ اسلحہ پھینک کر اپنے جلتے ہوئے کپڑوں کی آگ بجھاتے ہوئے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ عکہ فتح نہیں ہوا، گو "برج شوم" گر چکا تھا۔

لیکن اصل میں عکہ کے مسلمان شکست کھا چکے تھے۔ انہوں نے رچرڈ کے لشکر کو پیچھے دھکیلنے کے بعد اپنا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ جو تیس ہزار سپاہی شہر کی حفاظت کے لیے بھیجے تھے، اُن میں سے صرف چھ ہزار زندہ بچے ہیں اور ان چھ ہزار میں سے بھی بیشتر زخمی یا بیمار ہیں۔ پھر ان کی شعلہ بار ہانڈیوں اور تیروں کا ذخیرہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ وہ دو سال تک صلیبیوں کا دباؤ اس اُمید پر برداشت کرتے رہے تھے کہ صلاح الدین ایوبی عیسائیوں کا گھیراؤ توڑ کر انہیں بچائے گا، مگر اب اس کی آس

بھی نہ رہی اُس لیے انہوں نے ہتھیار ڈال دیے صلاح الدین ایوبی نے جب یہ سُنا کہ عکہ میں اُس کے آدمی گرفتار ہو گئے ہیں تو اُس نے اُن کا فدیہ دینے کی پیشکش کی۔ صلیبیوں نے تین مطالبے پیش کر دیے۔

پہلا مطالبہ یہ تھا کہا صلاح الدین اصلی صلیب واپس کرے جو اُس نے گے آف لوزنیان سے چھینی ہے۔ دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ جو سولہ سو صلیبی مسلمانوں کے پاس قید ہیں' انہیں رہا کرے۔ تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ دو لاکھ اشرفیاں دے' اور یہ شرط بھی تھی کہ جب تک آخری صلیبی رہا ہو کر نہ آ جائے گا اور فدیہ کا آخری سکہ وصول نہ ہو جائے گا' اُس وقت تک مسلمان قیدی رہا نہیں کیے جائیں گے۔

اس اثنا میں جب صلیبی صلاح الدین سے زرِ فدیہ وصول ہونے کا انتظار کر رہے تھے' پہلے تو آرام کرتے رہے۔ پھر انہوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ فلپ آگسٹس بیماری سے گھل چکا تھا۔ پھر طاعون' اور لڑائی کی وجہ سے اُس کی فوج بھی بہت گھٹ گئی تھی' اس لیے وہ فرانس جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ رچرڈ یروشلم کی طرف کوچ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اُس نے فلپ سے کہا کہ اگر وہ جانا چاہتا ہے تو چلا جائے' لیکن وہ ڈیوک آف برگنڈی کی دس ہزار فرانسیسی سپاہ سمیت یہیں چھوڑ جائے جو اُس کی کمان میں مسلمانوں سے لڑے۔ پھر اس پر بھی جھگڑا ہونے لگا کہ یروشلم کا بادشاہ کس کو بنایا جائے گا۔ رچرڈ کی خواہش یہ تھی کہ گے آف لوزنیان ہی کو دوبارہ بادشاہ بنا دیا جائے۔ مگر فلپ کونریڈ آف مونٹ فیراٹ کا حامی تھا' اور اُس نے اپنی بات منوا بھی لی۔ اُس نے یہ کہہ کر رچرڈ کو اتفاقِ رائے پر مجبور کر دیا کہ اگر کونریڈ کو یروشلم کا بادشاہ بنانے کی تجویز نہ مانی گئی تو وہ ڈیوک آف برگنڈی اور فرانسیسی فوج کو اپنے ساتھ فرانس لے جائے گا۔ رچرڈ نے اُس کی بات مان تو لی' مگر سمجھ گیا کہ اُسے بلیک میل کیا گیا ہے۔ چنانچہ جب فلپ کا جہاز فرانس روانہ ہُوا تو اُس نے پھر بڑے غیظ و غضب کا اظہار کیا' مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔

رچرڈ نے یہ غصہ اُن مسلمانوں پر نکالا جو اُس کی قید میں تھے۔ صلاح الدین کو زرِ فدیہ ادا کرنے کے لیے چالیس دن کی مہلت دی گئی تھی اور پھر کچھ دن اور بڑھا دیے گئے تھے۔ اچانک رچرڈ کے دماغ میں یہ بات سما گئی کہ مسلمان اُس کے ساتھ دھوکا کر رہے ہیں' اس لیے انہیں سزا دینی چاہیے۔

ایک روز صلاح الدین کے آدمیوں نے صلیبیوں کی لشکر گاہ میں غیر معمولی نقل و حرکت ہوتی دیکھی۔ تمام صلیبی فوجیں لشکر گاہ سے باہر نکل آئیں اور صفیں باندھ کر پہاڑوں کی طرف منہ کر کے کھڑی ہو گئیں' جن میں مسلمان قیدیوں کے خیمے تھے۔ مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید دشمن اُن پر حملہ کرنے کو ہے۔ چنانچہ انہوں نے بھی ہتھیار سنبھال لیے۔ لیکن انہیں عیسائیوں کی طرف سے حملے کے آثار نظر نہ آئے۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ مسلمان قیدیوں کو مشکیں باندھ کر لایا جا رہا ہے۔ ان قیدیوں کی لمبی قطار کو ایک پہاڑی کی چوٹی پر پہنچا دیا گیا۔ یہ پہاڑی عیسائیوں کی صفوں کے عقب میں تھی۔ مسلمان سمجھ نہ سکے کہ یہ کیا ہو رہا ہے' تا آنکہ رچرڈ کے سپاہیوں نے ان بے بس قیدیوں کی گردنیں مارنی شروع کر دیں۔ مسلمانوں نے اپنے ساتھیوں کو بچانے کے لیے سردھڑ کی بازی لگائی' لیکن وہ صلیبیوں کی صفوں کو توڑ کر اُن تک نہ پہنچ سکے۔ اس سفاکی کے بعد رچرڈ نے اپنی فوج کو لشکر گاہ میں واپس چلے جانے کا حکم دے دیا اور دو ہزار چھ سو مسلمانوں کی لاشیں پہاڑی پر پڑی سڑتی رہیں۔

مسلمانوں نے دیکھا کہ صلیبیوں نے اپنی صفیں توڑ دی ہیں اور فتح کی خوشی میں اپنے پرچموں تلے بیٹھے گپ شپ کر رہے ہیں اور ٹکڑیوں میں بٹ چکے ہیں۔ وہ فوراً پہاڑ سے اترے اور صلیبیوں پر ٹوٹ پڑے۔

اس کے بعد بہت جلد رچرڈ طاعون زدہ عکہ سے نکل کھڑا ہوا اور اُس نے ساحل کے ساتھ ساتھ چل کر یافہ کی طرف کوچ کیا جو یروشلم کی بندرگاہ کا کام دیتا تھا۔ اُس کا منصوبہ یہ تھا کہ لڑ بھڑ کر خشکی کے راستے یروشلم میں داخل ہونے سے پہلے یافہ میں ایک جنگی اڈہ قائم کرنا چاہیے۔ صلاح الدین ایوبی اپنی فوج لے کر پیچھے پیچھے چلا اور راستے میں جتنا نقصان پہنچا سکتا تھا' پہنچاتا رہا۔ اِدھر اس کے سپاہی لڑ لڑ کر شاہ انگلستان کو یافہ پہنچنے میں دیر کراتے رہے تھے۔ اُدھر اُس کے انجینئروں نے آگے نکل کر یافہ کی دیواریں گرا دیں اور بندرگاہ کی گودی کو تباہ کر دیا' تاکہ رچرڈ جب وہاں پہنچے تو اُسے خاک اُڑتی نظر آئے۔

یافہ سے پندرہ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ارسوف کے مقام پر صلاح الدین نے رچرڈ پر حملہ بھی کر دیا' کیونکہ اُسے اتنی مہلت درکار تھی' جس میں اُس کے انجینئر یافہ کی گودی کو پوری طرح توڑ پھوڑ دیں۔ مگر صلیبیوں نے مسلمانوں کی صفیں توڑ دیں اور انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا' اور اس کے بعد دو میل تک اُن کا تعاقب بھی کرتے رہے۔ علاقہ ہموار اور میدانی تھا' اس لیے انہیں مسلمانوں کا تعاقب کرنے میں آسانی ہو گئی۔ یہ جنگ اُس وقت ختم ہوئی جب صلیبی بڑھتے بڑھتے ایک پہاڑ کے دامن میں ایک جنگل کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں رچرڈ کے سرداروں اور سواروں نے اپنے گھوڑے روک لیے' اور مسلمانوں کو گھاٹیاں چڑھتے ہوئے دیکھتے رہے۔ جس جگہ وہ اس وقت تھے' وہاں ہر طرف وہ ہتھیار بکھرے پڑے تھے جو دشمن پھینک گیا تھا اور ہر طرف بے سوار گھوڑے بھی سرگرداں پھر رہے تھے۔ صلیبیوں نے یہ دیکھ کر یہی سمجھا کہ انہیں مکمل فتح حاصل ہو گئی ہے' لیکن اُدھر جب مسلمان پہاڑ پر کچھ اوپر چڑھے تو رُک گئے اور پیچھے مڑ کر دیکھا۔ انہیں یہ دکھائی دیا کہ صلیبیوں نے اپنی صفیں توڑ دی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ گئے ہیں اور اپنے اپنے پرچموں تلے بیٹھے گپ شپ کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ ان صلیبیوں کی تعداد بھی زیادہ نہیں ہے۔ چنانچہ فوراً پہاڑ سے اُترے اور اُن پر ٹوٹ پڑے۔

رچرڈ نے جب یہ دیکھا کہ لڑائی کا پانسہ پلٹنے لگا ہے تو فوراً میدان میں نکل آیا اور جہاں کہیں اپنے سرداروں کو گھرا ہوا دیکھا' بجلی کی طرح اُن کی مدد کو پہنچ کر انہیں نرغے سے نکالا۔ وہ حملہ آوروں کو منتشر کر دیتا اور اپنے آدمیوں کو پھر کسی گروہ میں شامل کر دیتا۔ غرض دشمن کے تابڑ توڑ حملوں کے باوجود اپنا کام کرتا رہا اور تیسرے پہر تک اپنے سپاہیوں کو پھر یکجا کر لیا۔ ایک بار پھر عیسائی جم کر لڑے' تو فتح کا سہرا پھر اُنہی کے سر رہا۔ صلاح الدین کی فوج کوہستانی علاقے میں غائب ہو گئی اور رچرڈ یافہ کی طرف روانہ ہو گیا مگر صلاح الدین نے جو مقصد سامنے رکھ کر حملے کیے تھے' وہ حاصل ہو گیا۔ رچرڈ جب یافہ پہنچا تو بہت مایوس ہوا۔ مسلمان انجینئروں نے اپنا کام بڑی خوبی سے انجام دیا تھا۔ شہر کی دیوار جگہ جگہ سے اس طرح توڑ دی گئی تھی کہ وہ زمین کے برابر ہو گئی تھی اور شہر کے برج جلا کر خاک کر دیے گئے تھے۔ رچرڈ نے سمجھ لیا کہ جب تک یافہ کی از سرِ نو قلعہ بندی نہ کی جائے' یروشلم کی طرف پیش قدمی ممکن نہیں۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ ایک محفوظ اڈے کی ضرورت ہے اور یہ اڈا تعمیر کرنے کے بعد بھی ایک طویل جنگ لڑنی پڑے گی۔ صلاح الدین کی فوج سے کئی لڑائیاں لڑ چکنے کے بعد اُسے یہ اندازہ ہوا تھا کہ یروشلم تک محفوظ طریقے سے پہنچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ایک قلعے سے دوسرے قلعے تک مینڈک کی طرح پھدک پھدک کر پہنچا جائے۔ چنانچہ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ یروشلم کے راستے پر جتنے بھی قلعے ہیں' اُن سب پر ایک ایک کر کے قبضہ کر لینا چاہیے۔ مگر یہ کام انجام دینے کے لیے بظاہر رچرڈ کے پاس نہ وسائل تھے' نہ وقت تھا' بلکہ اُس کے پاس تو یافہ کی بندرگاہ کو دوبارہ تعمیر کرنے اور فوج کو تنخواہ دینے یا اُس کا پیٹ پالنے کے لیے بھی روپیہ نہ تھا۔ اُوپر سے ڈیوک آف برگنڈی نے فرانسیسی فوج کی تنخواہ کا تقاضا شروع کر دیا' اور جب رچرڈ نہ دے سکا تو اُس نے یہ دھمکی دی کہ وہ اپنے سپاہیوں کو لے کر فرانس واپس چلا جائے گا۔ خود رچرڈ کی فوج کے سپاہی بھی تنخواہ نہ ملنے سے تنگ آ کر اپنے وطن واپس جانے کے لیے پابہ رکاب تھے۔

(جاری ہے)

تین دن کی بستی برائے نظام الدین

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے حوالے سے ایک تاثراتی تحریر

مختار حسین فاروقی

تین دن کی بستی اور نظام الدین کا نام سُن کر شاید آپ کا ذہن شہرِ دہلی کی ''بستی نظام الدین'' کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اللہ اللہ کیسا زمانہ تھا کہ دینی تصورات ابھی اتنے زوال پذیر نہیں ہوئے تھے کہ مسلمان ماؤں کے ذہنوں میں دین ایک نظام کے طور پر تھا اور ہونہار بچوں کے نام ''نظام الدین'' رکھے جاتے تھے کہ اس طرح بچہ بڑا ہو کر دین کو بطور نظام رائج و غالب کرنے اور اس کے نفاذ اور غلبے کے لئے بچپن سے ہی ایک ذہن لے کر اُٹھے گا۔ ادھر عرصے سے گزشتہ دس بارہ نسلوں میں ملوکیت آشنا اور غلامی کی زندگی میں غلبۂ دین کا ولولہ اور شوق سرد ہو چکا ہے اور مدرسہ و خانقاہ اسلام کو بطور ''دین اللہ'' پیش کرنے سے گریزاں ہیں اور مغرب کی بالادستی کے دنوں میں جب قیام کا وقت ہے رکوع و سجود میں پڑے ہوئے ہیں۔

نظام الدین' نظام مصطفی ﷺ' اسلامی انقلاب' غلبہ دین یا نظام خلافت ایک ہی ہیرے کی مختلف جھلکیں اور ایک ہی پھول کے مختلف نام ہیں اور ایک ہی حقیقت کی تعبیریں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام انسان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کے مشاغل اور مصروفیات میں دین اور دنیا کی دورنگی ختم کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے احکام کے تابع کر دیں۔ یا بالفاظ دیگر نظامِ خلافت کے قیام کے ذریعے تمام روئے ارضی کے انسانوں کو ان کے حقوق (آزادی اظہار رائے' حصول انصاف' رزق' حصول تعلیم اور علاج اور رہائش وغیرہ) بلا لحاظ رنگ و نسل و خطہ و مذہب ان کی دہلیز پر پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔ اسی کا نام نظام خلافت' نظام دین اور نظام مصطفی ﷺ ہے۔

یوں تو دنیا میں مسلمانوں کے کئی اجتماعات مختلف عنوانات سے ہوتے ہیں' تاہم اس اعلیٰ و ارفع مقصد کے لئے لاہور کے مضافات میں ایک تین دن کی بستی بسائی گئی' جس کا نام اس تحریر میں ''تین دن کی بستی برائے نظام الدین'' رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ وہاں جو تشنگانِ علم و متلاشیانِ تربیت پہنچے ان کا مشن سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ اس اعلیٰ مقصد کے لئے (جو انسانیت کی خدمت کا اعلیٰ ترین انداز ہے اور جسے رحمت للعالمین ﷺ لے کر آئے تھے) جمع ہوں اور سوچ اور فکر کی ہم آہنگی پیدا کریں۔ خرابیوں' کوتاہیوں اور فکری لغزشوں کی نشاندہی ہو تو ان سے توبہ تائب ہو کر نیا عزم اور نیا ولولہ لے کر گھروں کو لوٹیں تا کہ اپنے اپنے علاقوں اور آبادیوں میں اس نور کو پھیلا سکیں۔ اور اپنے دیگر بھائیوں کے دلوں میں بھی بصیرت باطنی کے یہی دیئے جلا سکیں۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق اس اجتماع میں شرکاء کی تعداد تو تین ہزار کے لگ بھگ تھی' چنانچہ اس پر کسی بڑے اجتماع کا لیبل نہیں لگایا جا سکتا۔ تاہم نظم و ضبط' جذبہ و شوق' سوز دروں اور لگن' مشن سے لگاؤ اور حصول رضائے الٰہی کی تڑپ دیدنی تھی۔ جس سرعت کے ساتھ وقت گزرا اور خاموشی سے تین دن بیت گئے وہ لاشعور میں تو منٹوں سے کم تھا۔ اور تشنگانِ علوم نبوت ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وقت کی تنگی اور دامان کی تنگ ظرفی کا احساس لئے ہوئے تھے۔

12 تا 14 نومبر 2006ء (اتوار تا منگل) بسائی گئی یہ عارضی بستی اس بات کی طرف اشارہ کر رہی تھی کہ اکیسویں صدی عیسوی کی پہلی دہائی میں بھی کچھ لوگ ہیں جو خلافت علی منہاج النبوۃ ﷺ اور انسانیت کے لئے امن و انصاف کی تصوراتی اور تخیلاتی جائے پناہ ''اسلام کا نظام عدل و قسط'' کے لئے جمع ہوتے ہیں اور تبادلۂ خیالات کے بعد اس مشن پر علیحدہ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ دنیا کے کونے کونے سے اس جذبے کے حامل لوگوں کو جمع کر دے تا کہ ایسے اجتماع واقعی نظامِ دین کے قیام کے علمبردار اجتماع بن جائیں۔

بقیہ: میری آخری منزل

خندہ پیشانی سے ملے اور فرمایا: میں وزارت دفاع کے پروگرام سے اتفاق نہیں رکھتا۔ میں نے ان افواج کو نہ تو پاکستان آنے کی دعوت دی تھی اور نہ ہی قیام کرنے کی بلکہ میں تو شروع سے ان کو جلد سے جلد یہاں سے چلے جانے کے لئے کہہ رہا ہوں۔ (ص:250-248)

قائداعظم کے انتقال کے بعد وزارت دفاع نے یہ طے کیا کہ برطانوی دھنوں کو پھر سے بجایا جائے۔ ان ترانوں کو جن کو بابائے قوم نے پسند کیا تھا' یہ کہہ کر رد کر دیا کہ ''یہ فوج کے لئے موزوں نہیں ہیں۔'' (ص:259)

جب میں رپورٹ ختم کر چکا تو وزیر دفاع نے مجھے فرمایا: ''آپ نے قائداعظم کو براہ راست دعوت کیوں دی۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ تمہاری وجہ سے اس تقریر پر کراچی' راولپنڈی اور دوسری چھاؤنیوں کے برٹش افسروں پر کیا اثر پڑا ہے؟'' (ص:273)

قائداعظم میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ شراب کے استعمال کو ممنوع کرنے کا اعلان فرمائیں۔ قائداعظم مسکرائے اور فرمایا' کیا تم سمجھتے ہو کہ قائداعظم کا حکم قرآن مجید کے احکامات سے زیادہ موثر ہو گا؟ کچھ اور تبادلۂ خیال کے بعد سٹینو کو بلایا اور قرآنی آیات کی طرف توجہ دلا کر فرمایا کہ شراب اور منشیات حرام ہیں۔ اس حکم پر میرے پنشن پر آنے تک عمل ہوتا رہا مگر قائداعظم کے انتقال کے بعد جو ہوا پھر لکھوں گا۔ (ص:281,282)

گو مجھے معلوم تھا کہ کرنل سکندر مرزا بنگال کے میر جعفر کا پڑپوتا ہے مگر اس بات کو جب قائداعظم نے دہرایا تو میں چونک اٹھا۔ (ص:286)

آخر قائداعظم نے وزارت دفاع کی تجویز کو کیوں تسلیم کیا؟ ان کو اپنی بیماری اور اپنے آخری لمحات کا علم تھا' لہٰذا وہ دنیا کو یہ نہیں بتانا چاہتے تھے کہ ان کے اور ان کے وزیر دفاع کے درمیان شدید اختلافات ہیں۔ (ص:338)

بقیہ: تزکیہ طبیعت

اور اسوہ بطور انسانِ کامل۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگیوں سے ایسے واقعات و احوال جمع کر کے بیان کئے جائیں جو انسانیت کا شرف ہیں اور جن کے بغیر دینداری کا تصور ادھورا اور مسخ شدہ ہے۔ اور سیدنا مسیح علیہ السلام کے بقول ''ان سفیدی پھری قبروں کی طرح ہے جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہیں۔''

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں مقیم راجپوت فیملی کی 21 سالہ باپردہ بیٹی' تعلیم BSc' علاوہ الہدیٰ کورس کے لئے نیک رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ: فون: 042-7351621 (شام 5 بجے تک)

☆☆☆☆☆

☆ لاہور میں رہائش پذیر بیٹی' عمر 26 سال (ایم اے اسلامیات)' ذات جٹ' پابند احکام دین کے لئے دینی مزاج کے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔ ذات اور تعلیم کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ: اللہ دتہ: 0300-4080611

دعائے مغفرت

☆ حلقہ سرحد شمالی کے معتمد جناب شاہ وارث کے چچا انتقال فرما گئے ہیں۔

قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ و حاسبہ حساباً یسیرا

تیسری جنگ عظیم

حامد میر

یہ کالم پچھلے ہفتے کا ہے' لیکن بوجوہ گزشتہ شمارہ میں شائع نہیں کیا جاسکا۔ چونکہ کالم کا موضوع تیسری جنگ عظیم اور اس میں پیش کردہ خیالات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اِن سے مغربی دنیا بالخصوص امریکی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے والے گروپوں اور اداروں میں اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے پائی جانے والی تنگ نظری' تعصب اور انتہا پسندی کھل کر سامنے آتی ہے' لہٰذا خصوصی اہمیت دے کر اسے ''کالم آف دی ویک'' کے طور پر شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

امریکی سینٹرل کمان کے سربراہ جنرل جان ابی زید نے کوئی نئی بات نہیں کی...... امریکا کے لاتعداد مذہبی ٹی وی چینلز اور ریڈیو اسٹیشنوں سے روزانہ تواتر کے ساتھ یہ کہا جارہا ہے کہ تیسری عالمی جنگ قریب ہے۔ امریکا کے دو مشہور مذہبی دانشور جیری فال ویل اور پیٹ رابرٹسن کئی سال سے یہ کہہ رہے ہیں تیسری عالمی جنگ مسلمانوں کے ساتھ ہوگی اور اسی جنگ کے دوران حضرت مسیحؑ کا نزول ہوگا۔ گزشتہ دنوں لاس ویگاس میں ایک کانفرنس کے دوران کئی مقررین نے وہی بات کی جو جنرل جان ابی زید کے حوالے سے پوری دنیا کے ذرائع ابلاغ میں نمایاں کی گئی۔ جنرل جان ابی زید نے کہا کہ اگر اسلامی عسکریت پسندی کا خاتمہ نہ کیا گیا تو تیسری عالمی جنگ شروع ہوسکتی ہے۔ لاس ویگاس کی کانفرنس میں ایک مقرر ڈاکٹر پال ولیمز کی پوری تقریر تیسری عالمی جنگ کے بارے میں تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ اسامہ بن لادن امریکا کے اندر ایک نئے حملے کی منصوبہ بندی مکمل کرچکے ہیں اور اس حملے کے بعد تیسری عالمی جنگ شروع ہوجائے گی۔

ڈاکٹر پال ولیمز نے اپنی ایک نئی کتاب میں رابرٹ اسپنسر کے حوالے سے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت نہ تو روشن خیال ہے اور نہ ہی ماڈریٹ ہے بلکہ وہ تمام مسلمان جو قرآن پر یقین رکھتے ہیں وہ سب کے سب ''جہادی'' ہیں۔ انہوں نے دلیل یہ پیش کی کہ وہ مسلمان جو آج کے دور میں یہود ونصاریٰ کے خلاف جہاد کے حامی ہیں' انہیں بنیاد پرست یا انتہا پسند کہا جاتا ہے اور جو مسلمان ان بنیاد پرستوں کی حمایت نہیں کرتے' انہیں روشن خیال سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ڈاکٹر پال ولیمز کے خیال میں وہ مسلمان جو آج جہاد کے حامی نہیں ہیں وہ دراصل طاقتور بننے کے بعد جہاد شروع کرنا چاہتے ہیں' کیونکہ جہاد کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے اور اسی لئے ڈاکٹر پال بھی رابرٹ اسپنسر کی طرح یہ سمجھتے ہیں کہ روشن خیال اور ماڈریٹ مسلمان صرف وہ کہلاسکتا ہے جو قرآن کو جھٹلائے۔ رابرٹ اسپنسر نے اس کانفرنس میں بار بار میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ جو مسلمان قرآن کو جھٹلانے کی ہمت نہیں رکھتا اسے روشن خیال تسلیم نہیں کیا جاسکتا جس پر مجھے کہنا پڑا کہ میں تم سے روشن خیالی کا سرٹیفکیٹ لینے کے لئے قرآن کو جھٹلانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا اور اگر تم مجھے انتہا پسند سمجھتے ہو تو سمجھتے رہو۔ میرے لئے سب سے زیادہ تشویشناک نکتہ یہ تھا کہ مذکورہ کانفرنس سات نومبر کے مڈٹرم الیکشن کے بعد منعقد ہو رہی تھی اور اکثر مقررین جارج ڈبلیو بش کی شکست پر خوش نظر آرہے تھے کیونکہ ان کے خیال میں بش نے اسلام کے خلاف کھلا اعلان جنگ نہ کرکے امریکیوں کے ساتھ دھوکہ کیا تھا۔

یقیناً اس کانفرنس کے اکثر مقررین کے خیالات امریکی حکومت کی اعلانیہ پالیسیوں کی ترجمانی نہیں کررہے تھے لیکن جنرل جان ابی زید کے حالیہ بیان کے بعد مجھے یہ سوچنے کا حق ہے

> لاس ویگاس کی کانفرنس میں رابرٹ اسپنسر نے بار بار میری طرف اشارہ کرکے کہا: جو مسلمان قرآن کو جھٹلانے کی ہمت نہیں رکھتا' اسے روشن خیال تسلیم نہیں کیا جاسکتا

کہ شائد امریکی فوج کی قیادت تیزی کے ساتھ مذہبی انتہا پسندی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ امریکی کمانڈر آج صرف اسلامی عسکریت پسندی کے خلاف بول رہے ہیں لیکن کل کو وہ بھی جیری فال ویل' پیٹ رابرٹسن اور رابرٹ اسپنسر کے ترجمان بن سکتے ہیں۔ جنرل جان ابی زید اور امریکا کے مذہبی دانشوروں کے خیالات میں مشترک پہلو یہ ہے کہ کوئی بھی ان وجوہات کا ذکر کرنا پسند نہیں کرتا جن کے باعث افغانستان اور عراق سے لے کر فلسطین تک مسلمان نوجوان عسکریت پسندی کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ لاس ویگاس کی کانفرنس میں مجھے یہ کہنا پڑا کہ وینز ویلا کا صدر ہیوگو شاویز ایک کیتھولک عیسائی ہے لیکن وہ مسلمان نوجوانوں کا ہیرو بنتا جارہا ہے کیونکہ شاویز امریکا کی پالیسیوں پر کھل کر تنقید کرتا ہے اور اگر امریکا مشرق وسطیٰ کے حوالے سے اپنی پالیسی درست کرلے تو اس کے ناقدین کو مسلمانوں میں پذیرائی ملنا بند ہوجائے گی۔ رابرٹ اسپنسر نے کہا کہ شاویز ہمارے لئے کوئی مسئلہ نہیں' اصل مسئلہ اسامہ بن لادن ہے جو حقیقی اسلام کا ترجمان ہے اور حقیقی اسلام کہتا ہے کہ یہود ونصاریٰ مسلمانوں کے دوست نہیں بن سکتے۔ رابرٹ اسپنسر جیسے مذہبی دانشوروں کی انتہا پسندی مسلمان نوجوانوں کی بڑی تعداد کو یہ کہنے پر مجبور کرسکتی ہے کہ اگر تم اسامہ بن لادن ہی کو اسلام کا حقیقی ترجمان سمجھتے ہو تو پھر ٹھیک ہے' وہی ہمارا لیڈر ہے۔

دلچسپ نکتہ یہ بھی ہے کہ تیسری عالمی جنگ کے حوالے سے مسلم علماء کی ایک بڑی اکثریت بھی وہی خیالات رکھتی ہے' جن کا اظہار جیری فال ویل اور پیٹ رابرٹسن سے لے کر جنرل جان ابی زید کرتے ہیں۔ معروف سعودی عالم ڈاکٹر سفر الحوالی 1994ء سے کہہ رہے ہیں کہ امریکی پالیسیوں کے باعث دنیا ایک تیسری عالمی جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے' لیکن ان کا دعویٰ ہے کہ اس فیصلہ کن جنگ میں آخر کار فتح مسلمانوں کی ہوگی۔ حال ہی میں ایک نوجوان عالم مولانا عاصم عمر کی کتاب پاکستان میں شائع ہوئی ہے' جس میں ان کا کہنا ہے کہ تیسری عالمی جنگ کے آثار واضح ہو چکے ہیں۔ ''تیسری جنگ عظیم اور دجال'' کے موضوع پر بہت سی احادیث کو اکٹھا کرکے مولانا عاصم عمر نے عراق اور افغانستان کے موجودہ حالات کا تجزیہ کیا ہے اور یہاں ناانصافیوں کے خلاف مزاحمت کو تیسری جنگ عظیم کی تیاری قرار دیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں جنرل جان ابی زید جیسی ذمہ دار شخصیات ڈاکٹر سفر الحوالی اور مولانا عاصم عمر کے موقف کی تائید کررہی ہیں۔

آج کئی مسلم ممالک کی حکومتیں روشن خیالی کے فروغ کے لئے بہت سے اقدامات کررہی ہیں' لیکن محض تحفظ حقوق نسواں کے قوانین کی منظوری سے روشن خیالی فروغ نہیں پاسکتی۔ روشن خیالی کے فروغ کے لئے امریکہ اور یورپ کو نہ صرف فلسطین اور کشمیر کے مسائل حل کرانا ہوں گے بلکہ مغرب میں پھیلتی مذہبی انتہا پسندی کو بھی روکنا ہوگا۔ امریکا اور یورپ جنرل پرویز مشرف اور حسنی مبارک سے تو مطالبہ کرتے ہیں کہ دینی مدارس کی اصلاح کرو اور نصاب تعلیم کو تبدیل کرو لیکن جیری فال ویل اور پیٹ رابرٹسن کی نگرانی میں چلنے والے ہزاروں مذہبی اداروں اور درجنوں ٹی وی چینلز کا کیا کیا جائے جو 24 گھنٹے مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلا رہے ہیں؟ امریکا کے پڑھے لکھے مسلمان اپنی روشن خیالی ثابت کرنے کی سرتوڑ کوششوں میں مصروف ہیں۔ میں نے ذاتی طور پر نیویارک کی ایک مسجد میں مسیحی اور یہودی اسکالرز کے ساتھ بین المذاہب مکالمے میں شرکت بھی کی لیکن جب تک امریکا میں جیری فال ویل اور پیٹ رابرٹسن کی طرف سے پھیلائی جانے والی مذہبی انتہا پسندی کو نہیں روکا جاتا' تو امریکی پالیسیوں کے بارے میں شکوک وشبہات بھی ختم نہیں ہوسکتے۔ تیسری عالمی جنگ کی وجہ اسلامی عسکریت پسندی نہیں بلکہ امریکی پالیسیوں کے تضادات بنیں گے کیونکہ اسلامی عسکریت پسندی انہیں تضادات کا ردعمل ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

☆ وہ رشتہ دار کون سے ہیں، جن سے عورت کو پردہ لازم ہے؟ ☆ کافر اور مشرک میں کیا فرق ہے؟

☆ حکومت کا حدود ترمیمی بل کن وجوہ کی بنا پر غیر شرعی ہے؟

☆ پردہ نہ کرنے والی عورت کا روزہ اور حج قبول ہوگا یا نہیں؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: کافر اور مشرک میں کیا فرق ہے؟ (نعیم احمد)

ج: کافر سے مراد وہ شخص ہے جو دین اسلام کے بنیادی عقائد میں کسی عقیدے کا انکار کرے' مثلاً اللہ کا انکار' کسی رسول کا انکار' فرشتوں کا انکار' تقدیر کا انکار' کسی آسمانی کتاب کا انکار' ختم نبوت کا انکار' بعث بعد الموت کا انکار' وغیرہ۔ جبکہ مشرک وہ ہے جو کہ اللہ کے ساتھ اس کی ذات وصفات یا افعال میں اس کی مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے۔

س: وہ رشتے دار کون سے ہیں' جن سے کسی عورت کا پردہ نہیں ہے؟ (ارشاد الحق)

ج: ان رشتہ داروں کی فہرست اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں بیان کر دی ہے۔ اِن میں عورت کا شوہر' باپ' سسر' بیٹا' شوہر کا بیٹا (یعنی دوسری بیوی سے) بھائی' بھتیجا' بھانجا' غلام شامل ہیں۔ علاوہ ازیں وہ بچے جو بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں' یا وہ گھریلو ملازم مرد جو گھر میں کام کاج کرتے ہوں اور عورتوں سے ان کو کوئی رغبت نہ ہو' تو ان سے بھی عورت کا پردہ نہیں ہے۔ پردے کے معاملے میں رخصت ہے۔

س: نماز میں سجدۂ سہو کن باتوں سے لازم آتا ہے؟ (عطاء الرحمٰن)

ج: لاشعوری طور پر نماز میں کوئی اضافہ یا کمی ہو جائے تو سجدہ سہو ہوتا ہے۔ عموماً یہ نماز میں کسی رکعت کے اضافے یا کمی یا پھر کسی واجب یا سنت کے ترک کرنے پر ہوتا ہے۔ تفصیلات کے لیے فقہ کی کتب کی طرف رجوع کریں۔ اس سلسلے میں عاصم الحداد کی کتاب ''فقہ السنۃ'' مفید رہے گی۔

س: کیا حکومت کا حدود ترمیمی بل غیر شرعی ہے؟ اگر ہے تو کن وجوہ کی بنا پر؟ (عنایت اللہ)

ج: حکومت کا منظور کردہ حدود ترمیمی بل یقیناً قرآن وسنت سے متصادم ہے' لہٰذا غیر شرعی ہے۔ چنانچہ تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام اور حکومت کی قائم کردہ علماء کمیٹی نے اسے اسلامی قوانین سے متصادم قرار دیا ہے۔ اب تک اس بل کے بارے میں علمائے کرام کی جو رائے سامنے آئی ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ' اس بل میں:

1) زنا بالجبر کی حد کو بالکلیہ ختم کر دیا گیا ہے حالانکہ حدود وہ خصوصی سزا ہوتی ہے' جو اللہ تعالیٰ نے خود مقرر کی ہو اور اس میں معافی تو درکنار کمی وبیشی کا اختیار بھی کسی انسان کو حاصل نہیں۔ یہ پروپیگنڈا بھی سراسر بے بنیاد ہے کہ حدود قوانین کے تحت زنا بالجبر کی شکار عورت اگر چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اُس کو سزا دی جاتی ہے' کیونکہ عملی طور پر آج تک کسی عورت کو اس قانون کے تحت محض گواہوں کے نہ پیش کرنے پر سزا نہیں ملی۔

2) صوبائی حکومت کو معافی کا اختیار بھی ''حد'' کی شرعی حیثیت کے یکسر خلاف اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی بات ہے۔

3) ''زنا بالرضا موجب حد'' اور ''فحاشی'' کو ناقابل دست اندازی پولیس قرار دے کر اِن جرائم کو تحفظ دیا گیا ہے۔ یہ بات کہ پولیس اس کا غلط استعمال کرتی ہے' قانون بدلنے کی بجائے پولیس کی حالت بدلنے کا تقاضا کرتی ہے۔

4۔ ''قذف'' میں مرد کو یہ آزادی دی گئی ہے کہ وہ 'لعان' نہ کر کے عورت کو ہمیشہ کے لیے اپنی غلامی میں رکھ سکے۔ یہ بذات خود عورت پر بڑا ظلم ہے۔

5۔ اس طرح ''قذف'' کی صورت میں عورت کے اقبال جرم پر بھی سزا نہیں دی جا سکتی۔

(ندائے خلافت شمارہ نمبر 43 میں صفحہ 23 ''تحفظ خواتین بل میں خلاف اسلام ترامیم کی فہرست'' کے عنوان سے اس کا اچھا جواب موجود ہے۔)

س: کیا حج کے موقع پر بھی مسلمان خاتون چہرے کا پردہ کرے گی اور اگر کرے گی تو اُس کی کیا صورت ہو گی؟ کیا چادر پر سیفٹی پن وغیرہ لگا کر چہرہ ڈھانپا جا سکتا ہے؟۔ اِس کے علاوہ یہ بھی بتایئے کہ اگر دورانِ حج نماز میں چہرہ کھلا رکھا جاتا ہے تو نامحرموں کی نظر پڑتی ہے۔ کیا ایسی صورت میں عورت کی نماز ہو جائے گی؟ (شازیہ زینت)

ج: حالتِ احرام میں عورت کے لئے حکم ہے کہ وہ نقاب نہ کرے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: احرام والی عورت نقاب نہ کرے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حالتِ احرام میں ہر وقت چہرہ کھلا رکھا جائے گا یا غیر مردوں کے سامنے پردہ کیا جائے گا۔ اس حوالے سے صحیح روایات میں آتا ہے کہ ازواج مطہرات ؓ اور صحابیات ؓ رسول ﷺ احرام کی حالت میں جب مرد اُن کے سامنے سے گزرتے تھے تو سر کا کپڑا چہرے کے آگے لٹکا لیتی تھیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حالتِ احرام میں اصلاً چہرے پر نقاب کرنا ممنوع ہے لیکن اگر غیر مردوں کا سامنا ہو تو چہرے پر کسی اوڑھنی سے اوٹ کر لی جائے تاکہ بے پردگی نہ ہو اور بدنظری سے بچا جا سکے۔ واضح رہے کہ پردے کا یہ حکم صرف احرام کی حالت کے بارے میں ہے' البتہ حج اور عمرہ کے سفر کے دوران دیگر حالتوں میں چہرے کا پردہ اسی طرح واجب ہے جیسے اپنے شہر میں کرنا واجب ہے۔

عورت کے لیے لازم ہے کہ وہ نماز میں اپنا چہرہ کھلا رکھے۔ اگر عورت کو مجبوری کی وجہ سے کسی جگہ مردوں کے سامنے نماز پڑھنا پڑے تو وہ اپنے چہرے کو ڈھانپ سکتی ہے' لیکن حج کے موقع پر نماز کے دوران چہرہ ڈھانپنے سے اجتناب ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔

س: اگر چہرے کا پردہ لازم ہے تو کیا پردہ نہ کرنے والی عورت کا روزہ اور حج نہیں ہوگا؟ نیز یہ بتایئے کیا حجاب میں عورت کے ہاتھ اور پاؤں کا چھپانا بھی شامل ہے؟ (میمونہ ہاشمی)

ج: چہرے کا پردہ کرنے یا نہ کرنے کا تعلق نماز، روزہ اور حج کی ادائیگی سے نہیں ہے۔ اگر کسی عورت نے نماز، روزہ اور حج اُس کے تمام ارکان اور شرائط کے ساتھ ادا کیا ہے تو وہ ادا سمجھا جائے گا۔ البتہ یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اجنبی یا نامحرم کے سامنے چہرے کا پردہ لازم ہے۔ اور اللہ نے اس معاملے میں وہ تمام رشتے ناطے واضح کر دیئے ہیں جن سے پردہ کرنا ضروری نہیں۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ نامحرم کے سامنے اگرچہ مسلمان عورت کا پورا جسم ستر ہے، البتہ نوعیت کے اعتبار سے چہرے اور ہاتھوں، پاؤں میں فرق ہے۔ مسلمان عورت کو کام کاج اور دیگر روزہ مرہ کی ضرورتوں کے پیش نظر اگر ہاتھ اور پاؤں کھولنا پڑیں تو لازم ہے کہ ان کی آرائش نہ کی جائے۔ اس لیے کہ آرائش سے نسوانی اعضاء میں مزید **Attraction** پیدا ہو جاتی ہے، جس سے فتنوں کی راہیں کھلتی ہیں۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس **media@tanzeem.org** پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

مسجد عبدالغنی اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں دورۂ ترجمۃ القرآن کا پروگرام

رمضان المبارک کا مقدس اور مبارک مہینہ امتِ مسلمہ کے لئے ربّ کریم کا فضلِ عظیم اور انمول تحفہ ہے۔ روزے کے اِن روحانی فوائد سے خاطر خواہ استفادہ کے لئے 23 سال قبل 1984ء میں بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ماہِ رمضان میں نمازِ تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام کا آغاز کیا' اور اس کا طریقۂ کار یہ ہے کہ ہر چار رکعت میں پڑھے جانے والے قرآن حکیم کے حصے کا ترجمہ اور تشریح حاضرین کے روبرو پیش کی جاتی ہے' اور جب مقتدی قرآن کے اِس حصہ کو نمازِ تراویح میں سنتے ہیں تو آیاتِ کریمہ کا مفہوم اُن کے قلب و ذہن پر منقش ہوتا چلا جاتا ہے اور حضوری کی یہ کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا نظم و طرز کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مسجد عبدالغنی' شاہ فیصل سٹریٹ' اندرون لوہاری گیٹ میں ''دورۂ ترجمۃ القرآن'' کا پروگرام فہمیدہ عبدالغنی ٹرسٹ کے زیر اہتمام اندرون شہر لاہور میں منعقد ہوا۔ مسجد سے متصل راقم کی رہائش گاہ پر خواتین کے لئے نمازِ تراویح (قیام اللیل) کا انتظام کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اِس کے منتظمین کو جزائے خیر سے نوازے۔ نمازِ تراویح میں قرآن حکیم سنانے کی سعادت قاری مقبول احمد تمیمی نے حاصل کی' جبکہ قرآن حکیم کا ترجمہ اور تشریح کی ذمہ داری جناب عمران حمید نے احسن طریقے سے نبھائی۔ نمازِ تراویح کے دوران شرکاء کی چائے اور بسکٹ وغیرہ سے تواضع کی جاتی۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں دس رفقائے تنظیم اور احباب نے مسنون اعتکاف کی سعادت بھی حاصل کی۔ پروگرام میں روزانہ تقریباً 30 رفقاء اور احباب شریک ہوتے جبکہ رفیقات کی اوسط تعداد 6 رہی۔ انتیسویں شب مسجد ھذا میں جشن تکمیل قرآن کی روح پرور مجلس منعقد کی گئی۔ تنظیم اسلامی وسطی لاہور کے امیر کی خواہش اور امیر حلقہ کی دعوت پر امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید' امیر حلقہ اور ناظم حلقہ نے جشن تکمیلِ قرآن کی تقریب میں شرکت کی اور حاضرین سے خطاب فرمایا۔

امیر محترم حافظ عاکف سعید نے عظمتِ قرآن' عظمتِ صوم و قیام اللیل' مسلمانوں پر قرآن حکیم کے حقوق' امر بالمعروف و نہی عن المنکر' عبادتِ ربّ' شہادت علی الناس اور اقامتِ دین کی معروف قرآنی اصطلاحات کو کلامِ الٰہی اور حدیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں نہایت جامعیت اور تفصیل سے بیان کیا۔ نیز سورۃ العصر کی تفسیر اور تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر انسان اس سورۂ مبارکہ میں دیئے گئے پیغام پر ایمان و یقین اور صدقِ دل سے عمل کرے تو اُس کی نجات کے لئے کافی ہے اور وہ آخرت میں جنت الفردوس کی ابدی نعمتوں کا وارث ہوگا۔

اجتماعی دعا کے بعد حاضرین میں شیرینی تقسیم کی گئی اور چائے سے تواضع کی گئی جس کا مسجد انتظامیہ نے انتظام کر رکھا تھا۔ بعد ازاں تنظیم اسلامی میں شمولیت کرنے والے نئے اور پرانے رفقاء نے امیر تنظیم اسلامی کے دستِ مبارک پر مسنون بیعت کی' اور ساتھ ہی جشنِ تکمیل قرآن کی روحانی محفل اختتام پذیر ہوئی۔ اس تقریب میں تقریباً 80 رفقائے تنظیم اور احباب نے جبکہ 15 رفیقات نے شرکت کی۔

(رپورٹ: عبدالرؤف اختر)

امیر حلقہ سرحد شمالی کا دورۂ چترال

مرکز کے ایک فیصلے کے مطابق تنظیمی سہولت کے پیشِ نظر ضلع چترال کو حلقہ سرحد جنوبی سے الگ کر کے حلقہ سرحد شمالی میں شامل کیا گیا۔ کیونکہ ضلع دیر اور ضلع چترال کی سرحدیں ملی ہوئی ہیں۔ اگرچہ دُشوار گزار اور بلند و بالا پہاڑوں کی وجہ سے آمد و رفت مشکل ہے لیکن لواری ٹنل کے تعمیر کے بعد آسانی پیدا ہو جائے گی (ان شاء اللہ) جس کی تعمیر کا کام جاری ہے۔

امیر حلقہ نے ذمہ داران کے ساتھ مشورہ کر کے 29 تا 31 اکتوبر چترال جانے کا فیصلہ کیا جس کی اطلاع وہاں تنظیم کے ایک مقامی رفیق کو دی گئی۔ عید الفطر کے بعد 28 اکتوبر کو امیر حلقہ محمد فہیم راقم الحروف کے ساتھ ایک دن پہلے روانہ ہوئے' تاکہ راستے میں واڑی' بی بیوڑ اور دیر کے رفقاء سے ملاقات کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مقررہ پروگرام کے مطابق 28 اکتوبر کی صبح ساڑھے سات بجے تیمرگرہ ضلع دیر سے روانگی ہوئی' راستے میں رفقاء سے ملاقات اور سالانہ اجتماع میں احباب سمیت بھرپور شرکت کی بات کر کے دیر پہنچے۔ وہاں رات گزار کر اگلے دِن صبح چترال کے لئے روانہ ہوئے۔ شام تین بجے چترال پہنچے' جہاں محترم اکرام اللہ ہمارے منتظر تھے۔ اُن کے ساتھ طے شدہ شیڈول کے مطابق پروگرام نہ ہو سکا کیونکہ رجسٹرڈ ڈاک کے باوجود شیڈول نہ مل سکا تھا۔ بہر حال رات دیر تک تنظیمی امور اور اجتماعیت قائم کرنے پر بات چیت چلتی رہی' تاکہ کم از کم درسِ قرآن کا حلقہ قائم ہو جائے اور ساتھی جُڑ سکیں۔ اگلا دِن مختلف احباب کے ساتھ ملاقات اور خطوط لکھنے میں گزارا۔ شام کو رفقاء سے ملاقات ہوئی۔ فرائض دینی کے جامع تصور پر امیر حلقہ نے خطاب فرمایا اور رفقاء سے درخواست کی کہ وہ ہفتہ میں ایک دِن درس قرآن و حدیث اور مطالعہ لٹریچر کے لئے دیں' تاکہ اجتماعیت برقرار رہے اور ایک باقاعدہ اُسرہ کے لئے راہ ہموار ہو سکے۔ چونکہ وہاں نقیب کی ذمہ داری کے لئے کوئی موزوں رفیق نہیں ہے' اس لئے فی الحال غیر رسمی طور پر جناب اکرام اللہ یہ فریضہ انجام دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ہمت دے' تاکہ وہاں پر ایک فعال نظم قائم ہو جائے۔

(مرتب: احسان الودود)

تنظیم اسلامی کراچی سوسائٹی کے زیر اہتمام کارنر میٹنگز

حلقہ سندھ زیریں کے ہدایت کے مطابق ہر دو ماہ بعد ہونے والی کارنر میٹنگز اس دفعہ 19 نومبر بروز اتوار منعقد ہوئی جس کا مقصد فحاشی' عریانی اور بے حیائی کے خلاف شعور اجاگر کرنا تھا۔ یہ میٹنگ نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کی کوشش تھی۔ سوسائٹی تنظیم کے 8 اسروں کے کل 32 رفقاء نے مختلف مقامات پر کارنر میٹنگز کیں اور ہینڈ بل تقسیم کئے۔ حسب سابق اس دفعہ بھی حلقہ سے 5 ہزار ہینڈ بل حاصل کئے گئے جس میں سے 800 ہینڈ بلز حلقہ' خواتین کے حوالے کئے گئے' باقی 8 اسروں میں مساوی تقسیم کئے گئے۔ یہ ہینڈ بل 10 مساجد میں تقسیم کئے گئے اور اکثر مساجد کے باہر عصر کی نماز کے بعد مختلف رفقاء نے نمازیوں کے سامنے مختصر گفتگو کی۔ مساجد کے علاوہ مختلف بازاروں مثلاً طارق روڈ PIB چوک ایڈمن سوسائٹی' محمود آباد چوک وغیرہ پر بھی ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے۔ مزید براں PIB چوک میں بھی ایک کارنر میٹنگ کی گئی مگر بقیہ بازاروں میں پروگرام ہونے کے باوجود لوگوں کی خاطر خواہ تعداد ایک جگہ جمع نہ ہو سکی کہ وہاں یہ کارنر میٹنگ کی جا سکتی' لہٰذا وہاں صرف تقسیم ہینڈ بل کی تقسیم پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری ادنیٰ سی کوششوں کو اپنی رحمت سے مقبولیت کا درجہ عطا کرے۔ آمین

(مرتب: ثاقب رفیع شیخ)

نئے رفقاء سے امیر حلقہ لاہور کا تعارف

26 نومبر 06' بروز اتوار صبح 10 بجے قرآن اکیڈمی لاہور میں ایک تعارفی پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں سال 2006 میں شامل ہونے والے رفقاء کا امیر حلقہ سے تعارف تھا۔ پروگرام کا آغاز امیرِ حلقہ لاہور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے سورۃ العصر کے حوالے سے تذکیر کرتے ہوئے کیا۔ اس کے بعد رفقاء نے نام' تعلیم' پیشہ' رہائش' تنظیم میں کب شامل ہوئے اور تنظیم سے تعارف کیسے ہوا کے عنوانات کے تحت اپنا تعارف کرایا۔ اس پروگرام میں 30 رفقاء نے حصہ لیا۔

امیر حلقہ نے کہا تنظیم اسلامی ملک میں عادلانہ نظام کے قیام کے لئے کوشاں ہے۔ یہ نبوی مشن ہے۔ رسولوں کی آمد کا مقصد ہی نظام عدل و قسط کا قیام ہے۔ بعد ازاں انہوں نے ملٹی میڈیا کے ذریعے تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید کا تعارف کرایا۔ تنظیمی ڈھانچہ حلقہ لاہور کی مقامی تنظیم اور پاکستان میں تنظیم کے حلقہ جات کی تفصیل بیان کی۔ ذاتی احتسابی یادداشت کی اہمیت اور افادیت پر گفتگو کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ یہ رفقاء کے تزکیہ میں انتہائی معاون ہے۔ بشرطیکہ رفقاء اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور اس کو روزانہ پُر کرتے رہیں۔

پروگرام کے آخر میں امیرِ حلقہ نے دینی فرائض کے جامع تصور کی تین منزلہ عمارت کی تمثیل کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ مبتدی رفقاء کے لئے تربیتی نصاب کی نو کتب رفقاء کو ہدیۃً پیش کی گئیں۔ نمازِ ظہر کی ادائیگی اور اجتماعی کھانے کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: محمد یونس)

پاکستان' ایران گیس پائپ لائن

پاکستان میں توانائی کی ضروریات تیزی سے بڑھ رہی ہیں' اس لیے ہماری حکومت ایران سے گیس منگوانے کے لئے کوشاں ہے۔ ہمارے پڑوسی ملک میں گیس کے وسیع ذخائر موجود ہیں اور وہاں سے پائپ لائن کے ذریعے گیس لانے کا منصوبہ بھی بن چکا ہے' مگر وہ قیمت کے معاملے پر آ کر اٹک گیا ہے۔ پچھلے دنوں جنرل پرویز مشرف نے اس سلسلے میں ایرانی صدر' احمدی نژاد سے بات چیت کی ہے۔ اُمید ہے کہ اب جلد یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ خورشید قصوری 20 دسمبر کو ایران جا رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس موقع پر گیس کی قیمت کا تعین کرلیا جائے۔

حکومت پاکستان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ ایران سے گیس خریدنے میں فوائد زیادہ ہیں یا نقصان۔ اگر ایرانی گیس آنے سے پاکستان میں معاشی و صنعتی سرگرمیاں تیز ہوں' تو کچھ مہنگی گیس خریدنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

لبنان میں حزب اللہ کا احتجاج

جب تک اسرائیلی لبنان پر حملہ آور رہے' لبنانی مذہب و نسل کے اختلافات بھلا کر ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ اب جنگ ختم ہوچکی ہے' تو ان کے اختلافات کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔ اس جنگ میں چونکہ حزب اللہ کو کامیابی حاصل ہوئی' لہٰذا اس کے حوصلے بڑھ گئے اور اب وہ شاید لبنان پر حکمرانی کا خواب دیکھ رہی ہے۔

پہلے تو حزب اللہ موجودہ حکومت سے نکل گئی' اب وہ لبنان میں وزیر اعظم فواد سینورا کی حکومت کے خلاف وسیع پیمانے پر مظاہرے کروا رہی ہے۔ حزب اللہ چاہتی ہے کہ وزیر اعظم استعفیٰ دے دیں اور نئے سرے سے انتخابات ہوں۔ ماہرین کو خطرہ یہ ہے کہ اگر مظاہرے جاری رہے' تو لبنان میں نہ صرف شیعہ سنی بلکہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین لڑائی جھگڑے شروع ہوسکتے ہیں۔ اس وقت لبنان کی حالت نہایت نازک ہے اور اگر فریقین نے صبر و تحمل کا مظاہرہ نہ کیا' تو وہاں بڑے پیمانے پر فسادات شروع ہوسکتے ہیں۔

جنرل اسمبلی میں حق کی فتح

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے وہ قراردادیں منظور کر لی ہیں جو فلسطینیوں کے حق جبکہ اسرائیل کی مخالفت میں ہیں۔ ان قراردادوں کے حق میں سو سے زائد ووٹ پڑے جو اس بات کی دلیل ہے کہ عالمی رائے عامہ فلسطینیوں کو مظلوم اور اسرائیل کو ظالم سمجھتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ عالمی طاقتوں خصوصاً امریکی حکومت پر ان کا کیا اثر ہوتا ہے جن کے سائے تلے اسرائیل سانپ بن کر عربوں کے سینے پر بیٹھا ہے۔ ان قراردادوں پر تین دن تک تقاریر ہوتی رہیں۔ مقررین نے اقوام متحدہ پر زور دیا کہ وہ اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ انہوں نے کہا کہ فلسطینیوں کو آزاد مملکت قائم کرنے کا حق حاصل ہے۔ ان قراردادوں کی مخالفت میں ووٹ ڈالنے والوں میں امریکا' اسرائیل' مائیکرونیشیا اور پالو پیش پیش تھے۔ یہ سلامتی کونسل کی قراردادوں کے برعکس قانونی اثر نہیں رکھتیں مگر ان سے عالمی رائے عامہ کے مزاج کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

اس قرارداد کو خاص طور پر 150 سے زائد ووٹ پڑے جس میں اسرائیل سے کہا گیا ہے کہ وہ بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت بنانے کے سلسلے میں کسی قسم کے اقدامات نہ کرے۔ ایک اور قرارداد میں اسرائیلی حکومت پر زور دیا گیا کہ وہ گولان کی پہاڑیوں سے اپنی فوج واپس بلا لے۔

یاد رہے کہ فی الوقت مردہ امن معاہدے میں جان ڈالنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس ضمن میں فلسطینی اتھارٹی کے صدر' محمود عباس پیش پیش ہیں تاہم حماس سرگرمی نہیں دکھا رہی۔ قرائن بتا رہے ہیں کہ الفتح اور حماس کے مابین جو متحدہ حکومت تشکیل پانی تھی' وہ منصوبہ بھی التوا کا شکار ہوگیا ہے۔ صاف لگتا ہے کہ آنے والے دن فلسطینیوں کے لیے بڑے کڑے ثابت ہوں گے' مگر کیا یہ ان کے لیے نئی بات ہوگی؟ ظاہر ہے ایسا ہرگز نہیں ہے۔

عراق میں رشوت کا بازار گرم

سٹوریٹ باون امریکی حکومت کا اعلیٰ عہدے دار ہے۔ وہ عراق میں تعمیر نو کے منصوبے کا خصوصی انسپکٹر جنرل ہے۔ اس نے پچھلے دنوں انکشاف کیا ہے کہ عراق میں بے ایمانی عروج پر ہے اور یہ فسادات کے بعد مسئلہ نمبر 2 بن گئی ہے۔ اس بے ایمانی میں تیل کی اسمگلنگ سرفہرست ہے۔ چونکہ فسادات اور جنگ کے باعث بیشتر پائپ لائنیں اڑ چکی ہیں' لہٰذا تیل کی سپلائی ٹرکوں کے ذریعے ہو رہی ہے۔ یوں اسمگلنگ وسیع پیمانے پر ہونے لگی ہے۔

امریکی عہدے دار کا کہنا ہے کہ اسمگلنگ اور رشوت ستانی کے دیگر طریقوں کی وجہ سے ہر سال عراقی خزانے میں چار ارب ڈالر نہیں پہنچ رہے۔ چار ارب ڈالر میں سے کم از کم ایک ارب ڈالر ''دہشت گردوں'' کی جیبوں میں جا رہا ہے اور اسی رقم کے ذریعے وہ ہتھیار خرید رہے ہیں۔ اس نے خبردار کیا ہے کہ اگر بے ایمانی اسی طرح جاری رہی' تو عراق کا وجود خطرے میں پڑسکتا ہے۔

دوسری طرف عراق میں فسادات جاری ہیں' جو رفتہ رفتہ خانہ جنگی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ خطرناک بات یہ ہے کہ اب شیعہ سنی کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی ہے اور امریکی جنہوں نے ان کے وطن پر قبضہ کر رکھا ہے' ایک طرف ہو کر تماشا دیکھ رہے ہیں۔ عراقیوں کو سمجھنا چاہیے کہ امریکا ہی نے ان کے درمیان پھوٹ پڑوائی ہے' تاکہ یہ ملک مستحکم نہ ہوسکے اور تیل کی دولت سے مالا مال اس خطے میں اُس کے قدم جمے رہیں۔

افغانستان کی صورت حال

1996ء میں جب طالبان نے افغانستان کی باگ ڈور سنبھالی تھی' تو انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس ملک کو خوشحال بنائیں گے اور ترقی کی راہ پر ڈال دیں گے۔ متفرق وجوہ کی بنا پر وہ ایسا تو نہیں کر سکے مگر انہوں نے اپنی عوام کو امن کا تحفہ ضرور دیا۔ طالبان کے دور حکومت میں جنوبی اور مشرقی افغانستان میں چین و سکون کا دور دورہ رہا۔ اس کے بعد منظم سازش کے تحت واقعہ گیارہ ستمبر رونما ہوا اور یہاں امریکی آ پہنچے۔

چونکہ امریکیوں نے افغانستان کو بڑے سبز باغ دکھائے' اس لیے بزرگوں نے طالبان سے کہا کہ ہتھیار پھینک دو یا پھر پہاڑوں پر چلے جاؤ۔ طالبان پہاڑوں پر چلے گئے۔ جب ان چار برسوں میں افغانی پہلے کے مانند غریب اور لاچار رہے' تو پھر انہوں نے طالبان کو بلا بھیجا۔ وہ پہاڑوں سے اتر کر حملہ آوروں کے خلاف لڑنے میں مصروف ہو گئے۔ پچھلے چند ماہ میں طالبان کو اسی لیے حیرت انگیز کامیابیاں ملی ہیں کہ اب عام لوگ ان کے ساتھ ہیں۔

افغان حکومت کو تو اس حقیقت کا ادراک ہے مگر امریکی حکومت اور نیٹو کو یہ بات سمجھ نہیں آ رہی۔ نیٹو نے یورپ سے باہر پہلی بار کسی ملک میں قدم رکھا ہے اور اس کی بدقسمتی کہ اس کا پہلا ہی واسطہ غیور افغانوں سے پڑا جو مر جانا پسند کرتے ہیں مگر اپنی دھرتی پر غیروں کے قدم برداشت نہیں کرتے۔ اب نیٹو میں بھی اختلافات کی خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ افغانستان میں برطانیہ' کینیڈا' اور ہالینڈ کی افواج زیادہ ہیں' نیٹو کے دیگر ممالک نے اپنی فوجیں' بھجوانے سے انکار کردیا ہے۔ اسی امر سے امریکا سمیت متذکرہ تینوں ملک سخت مایوس ہیں۔

اُدھر طالبان کا جوش و جذبہ روز بروز بڑھ رہا ہے جن کی تعداد دس ہزار بتائی جاتی ہے۔ اُن کے ایک اہم کمانڈر' ملا عبید الرحمٰن کا کہنا ہے کہ اگر نیٹو فوج کی تعداد بڑھتی ہے' تو یہ ہمارے فائدے کی بات ہے کیونکہ اس طرح شکار زیادہ ہو جائیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ طالبان اب پہلے سے کہیں زیادہ طاقتور ہو چکے ہیں اور وہ کئی برس تک حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اس سال طالبان کا احیا ہوا ہے اور ایک اندازے کے مطابق افغان حکومت اور نیٹو فوج پر وہ ہر ماہ 600 حملے کر رہے ہیں۔ نیٹو اور طالبان کے مابین مقابلوں میں تقریباً چار ہزار افراد مارے جا چکے ہیں۔ ان میں سے کم از کم 200 کا تعلق امریکی فوج یا نیٹو سے ہے۔

happens, we will be able to project the true picture of Islam to the world.' This was the positive reason. One year before 1930 Mr. Muhammad Ali Jinnah ... I am not calling him Quaid-e-Azam because he had not yet become the 'quaid'. He was not among the founders of the Muslim League. And for six years after the founding of the Muslim League he didn't join it. He was the private secretary of (the Indian independence hero) Dadabhai Nawroji. Even when he eventually became a member of the Muslim League, he retained dual membership — both in the Congress and the Muslim League. He did his best ('sartod koshish ki') to find some solution to the Hindu-Muslim problem. That is why Mr. Jinnah was referred to in those days as the ambassador of unity. Then he became disillusioned. So in 1929 one year before Iqbal's 'Khutba-e-Allahabad,' Mr. Jinnah closed his political shop, bought a palace ('kothi') in London and started practicing law. S.M. Ikram, who wrote some interesting books in Urdu, was in England in those days studying at Oxford. He went to see Jinnah and asked him why he had left India. 'The Muslims of India need your leadership,' he told Jinnah. Jinnah's reply will give you some idea of his disillusionment. 'Hindus are incorrigible,' he told Ikram. 'And the thing with Muslims is that their biggest and tallest leader who talks with me in the morning goes to the commissioner or deputy commissioner or governor in the evening and spills all the beans. How can I lead such a community?'"

The turnaround in Jinnah, according to Dr. Israr, came later. "It happened in 1932 when Iqbal went to London for the Second Roundtable Conference. At that time, he gave the same ideological injection to Mr. Jinnah. 'This is the cause of the Muslims,' he told Mr. Jinnah. It was this injection that Mr. Jinnah came back with to India in 1934. He was rejuvenated, and then he became the Quaid-e-Azam."

When Dr. Israr thinks back to the creation of Pakistan, he marvels over the consensus that formed it. "It was a miracle. Can there be any bigger stupidity from the political standpoint as to why a UP Muslim should support the Muslim League? It was an emotional atmosphere. Bombay Muslim, Madrasi Muslim, CP (Central Provinces) Muslim — what did they have to do with Pakistan? But they were the real creators of Pakistan. In Punjab, there was never a Muslim League ministry even for one day. It was either in East Pakistan or Sindh. Until the end, it was the Congress ministry in the North West Frontier Province (NWFP). The real creators of Pakistan then were the Muslims of the minority provinces. They generated a wave in 1946. It was because of this wave that when the elections took place, they established beyond a shadow of doubt that the Muslim League was the sole representative party of the Muslim community."

Dr. Israr said that what started right, soon went wrong. "The creation of Pakistan was a good thing. It was created with good intentions; there was a long historical background to the movement, but we failed badly. There is one quote from Quaid-e-Azam worth remembering: 'God has given us a golden opportunity to prove our worth as architects of a new state, and let it not be said that we didn't prove equal to the task.' Unfortunately, we proved that we were not equal to the task. Where is Pakistan? We divided it into two countries (in 1971). What do we have now? There is no such thing as 'qaum' in Pakistan. 'Qaumiyaten basti hain. Qaum ho aur Kala Bagh dam na ban sake?'"

The Islamic scholar was asked if his view was similar to the American view which considers Pakistan a failed state. "I don't know what the Americans are saying. When they say Pakistan is a failed state, maybe they are referring to the country's failed economic policies. I am talking about the ideological failure. Pakistan was not an ordinary country. It came into existence on the basis of an ideology. If you couldn't take care of that ideology, then it is a failed state. It is an ideologically failed state."

When asked if Pakistan's nuclear leadership of the Muslim world qualified it as having some measure of success, Dr. Israr dismissed the idea out of hand. "What is the use? Just one phone call — 'with us or against us' — and you are finished," he said, noting that it wasn't just a failure of leadership but rather the failure of personal conviction of the populace. "A country is known by its leader," he said, "and then what about the people? What did they do? Don't just blame the leader; the people are equally responsible for the sad state of affairs. 'Paisa imaan hai, paisa deen hai.' Except for materialism, people are not interested in anything. This is not the case of one or two people; I am talking about everybody in Pakistan. They have become too materialistic."

So now the aging scholar holds a dim view of Pakistan's future — divine intervention notwithstanding. "Only a miracle can save Pakistan (as being an idiological state," Dr. Israr said. "To me, the creation of Pakistan was in itself a miracle, and I see optimism only in the form of a miracle. In 1946, Quaid-e-Azam had given up on the demand for Pakistan. When you had accepted the Cabinet Mission Plan, what did it mean? It meant that the country would remain united for 10 years. There were to be three zones. Yes, after 10 years any zone would have had the option of secession. All this meant that for 10 long years, there was no question of an independent country. It was only after Nehru issued a statement saying 'Who lets anybody separate after 10 years?' that is when Quaid-e-Azam got adamant. He took a step back. 'Agar yahi niyat hai to ye Cabinet mission plan hamen manzoor nahi hai' (If these are what your intentions are, then we don't accept this Cabinet Mission Plan). It was Nehru who created Pakistan. To be honest, what Nehru said was absolutely true. Would anybody have allowed one zone to separate after 10 years? Nehru was right. 'Nikal jaati hai jis ke muh se sacchi baat masti me/Faqeeh-e-maslehat been se wo rind-e-baada khaar accha.' A miracle is possible even now but only if there is a will in the nation and among the people for the cause of Islam. Not for Islamabad but for Islam. The young generation should re-read the chapters of history. 'Sabaq padh phir shujaa'at ka, adalat ka, sadaqat ka.'" (Courtesy: Arab News)

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No.44

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

An Interview with Dr. Israr Ahmad

Dr. Israr Ahmad is known for his excellent analysis of the Qur'an in Urdu. He appears regularly on PTV, QTV and Peace TV providing critical explanations of the holy verses. He was originally associated with Maulana Abul Ala Maududi, the founding father of the Jamaat-e-Islami. He was even more closer to the legendary Maulana Ameen Ahsan Islahi, the author of the monumental analysis of the Qur'an entitled "Tadabbur Al-Qur'an." Dr. Israr drew inspiration from his mentor, Maulana Islahi.

Maulana Islahi was also associated with Maulana Maududi. When there were differences between Maulana Maududi and Maulana Islahi and many other leading scholars of the time on the issue of whether the Jamaat should dabble in politics, Maulana Islahi parted ways with Maulana Maududi. Dr. Israr followed his mentor and dissociated himself from the Jamaat and Maulana Maududi in the late 1950s. Later on, he laid the foundation of an Islamic party named Tanzeem-e-Islam. Maulana Islahi and Dr. Israr were of the opinion that reforming society should take precedence over politics.

Maulana Islahi also edited the respected Islamic journal "Misaq," which is still published from Lahore. In a special issue of the journal, Dr. Israr's biography was published.

Dr. Israr completed his graduate degree in medicine (MBBS) from Lahore's King Edward Medical College in 1954. He gave up his medical practice in 1970 and since then has devoted his life for the study and teaching of the Holy Qur'an.

Dr. Israr was in Jeddah on october 2006 and Arab News sat down with him for a discussion on the current state of affairs in Pakistan. Now in his 70s, Dr. Israr seemed very disillusioned and pessimistic. In his younger days he was very active in politics having been the president of the Jamiat-ul-Tulba, but it is politics that now disturbs him.

"I am upset with this vicious cycle, or what I call this three-sided prism of military democracy, civil bureaucracy and feudal lords," Dr. Israr said. "They take turns at power. Sometimes the military takes charge, and the other two follow it; at other times the bureaucracy takes over, and the remaining two follow suit. Their interests are intertwined."

Dr. Israr described the situation. "When Ayub Khan took over everybody joined hands against him," he said. "At that time, it was believed that Ayub was the source of all evil and that immediately after his removal, things would be hunky-dory. When Ayub left, Yahya Khan took over. When Yahya left Zulfikar Ali Bhutto assumed power. Then all the religious parties came together to oust him. Then Zia-ul Haq took over. So democracy could never take root."

The scholar said Pakistan has been thus plagued since its beginnings. "The party that was responsible for the country's creation — the Muslim League — was in fact not a party. It was a 'tehreek' (movement). And as with all movements when it achieves its goal, it folds up. The Muslim League that created Pakistan died immediately after achieving its sole purpose."

When asked about military interventions interrupting the flow of the political process, Dr. Israr said they were due in large part to the weakness of Pakistan's political system. "If the political traditions were strong, the military would never have dared to intervene. Why didn't the military intervene in India? Is it a small army? Morarji Desai (the former prime minister of India) was once visiting Pakistan. He was traveling by train from Lahore to Karachi. As was mandatory, the DIG in Rahim Yar Khan area was accompanying him in the train's coupe. So he asked him why the Indian military never intervened in his country's political affairs. Desai replied that the Indian military knew full well that if martial law were to be imposed, there would be thousands of bodies littering the streets of India, and one of them would be that of Morarji Desai."

Dr. Israr said the ongoing political upheaval in Pakistan damaged the nation's respect among its neighbors and the world community. "We became a laughing stock with the frequent changes in governments. So much so that (Jawaharlal) Nehru (India's first prime minister) once said sarcastically: 'People keep pestering me to hold dialogue with the Pakistani leadership. My question to them is: Who should I talk to? I don't change my clothes as frequently as they change governments in Pakistan.' It is very easy to blame the military establishment, but one should also be asking who gave it the reason to intervene? It was the ineptitude of the political leadership. There were elements in the political class that were ready to welcome the military rulers with garlands. If the military had felt that the people would not like its intervention in the country's political affairs, then it would have hesitated; it would have thought twice."

Now Dr. Israr finds a disturbing portent for the future of Pakistan. "I am worried. The reasons why Pakistan was created ('wajh-e-jawaaz'), its raison d'etre, are being questioned now. This worries me. 'Why Pakistan?' the younger generation keeps asking. It is becoming a chorus now. 'Why did you go for partition?' they ask. 'What was the reason?' Is that not a worrying factor?"

Dr. Israr elaborated. "There were two reasons (for the creation of Pakistan) — one positive and one negative. The negative factor was the fear of the Hindu: the Hindu will finish us off; the Hindu will suppress us ('Hindu hum ko dabayega,' 'Hindu hum ko kha jayega'... etc., etc.) The Hindu will take revenge. It will finish our culture. It will strangle our language. This was the negative issue that became a rallying cry for the Muslim League. Remember, at this stage the Muslim League was not a party. It was just a club of nawabs and jagirdars. In his address of 1930 in Allahabad ('Khutba-e-Allahabad'), the legendary poet Iqbal gave an ideological injection to this movement. During the address, Iqbal said: 'It is my conviction that in the north of India an independent Muslim state will be established.' It was a prophesy — not a proposal. Iqbal went on to say: 'If this